نومبر-دسمبر ۲۰۲۴ء

راہِ دعوت

دعوت کی راہ تلقین وہدایت کی راہ ہے جدل وخصومت کی راہ نہیں۔
داعی حق کا طریقہ یہ نہیں ہوتا کہ مخاطب کو دلیلوں کے الجھاؤ میں پھنسادے یا کسی خاص دلیل پر اڑ کر اس کا ناطقہ بند کردے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح اس کے دل میں سچائی اتار دے۔

امام الهند مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ
(رسول رحمت:۱۱۲۸)

جمادی الاولیٰ-جمادی الآخر ۱۴۴۵ھ ● نومبر-دسمبر ۲۰۲۴ء

عبدالسلام سلفی — سرپرست — سعید احمد بستوی

مدیر: عبدالحکیم عبدالمعبود مدنی

نائب مدیر: عبدالجلیل انصاری

مجلس ادارت

- عنایت اللہ مدنی
- عبدالواحد انور یوسفی
- عبدالمعید مدنی (مہلہ)
- عبدالجبار سلفی
- ڈاکٹر عبدالمبین خان

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو-ایل. بی. ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070

9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai

subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com

نگـــــارشات

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

حلقۂ قرآن

ہر حال میں انصاف پر قائم رہیں

● شیخ رفیع اللہ سلفی (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُونُواْ قَوَّٰمِينَ بِٱلْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمْ أَوِ ٱلْوَٰلِدَيْنِ وَٱلْأَقْرَبِينَ ۚ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَٱللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُواْ ٱلْهَوَىٰٓ أَن تَعْدِلُواْ ۚ وَإِن تَلْوُۥٓاْ أَوْ تُعْرِضُواْ فَإِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾[النساء:۱۳۵] ''اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور اللہ کے لئے سچی گواہی دو، خواہ تمہارے خلاف یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کے خلاف ہی ہو اگر کوئی امیر یا فقیر ہے تو اللہ ان کا خیر خواہ ہے۔ توتم خواہش نفس کے پیچھے چل کر عدل کو نہ چھوڑ دینا اور اگر تم (گواہی دیتے وقت) اپنی زبان کو موڑو گے (یا شہادت سے) بچنا چاہو گے تو (جان رکھو کہ) اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے''۔

فوائد: اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو حکم دیتا ہے کہ وہ عدل وانصاف پر مضبوطی سے قائم رہیں اس سے ایک انچ بھی اِدھر اُدھر نہ سرکیں، ایسا نہ ہو کہ کسی کے ڈر کی وجہ سے کسی لالچ کی بناء پر کسی کی خوشامد میں آکر کسی پر رحم کھا کر یا کسی کی سفارش سے عدل وانصاف چھوڑ بیٹھیں بلکہ سب مل کر عدل کو قائم و جاری کریں اور ایک دوسرے کی اس معاملہ میں مدد کریں تاکہ سماج میں انصاف عام ہو جائے۔

محترم قارئین! مذکورہ بالا آیت مبارکہ کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ عدل وانصاف پر ہر حال میں قائم رہنا چاہیے اور ایسا کرنے والا رب کا محبوب ہونے کے ساتھ ساتھ اجر عظیم بھی پائے گا۔

سیدنا أنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین کام نجات دینے والے ہیں:

(۱) ''**خَشْيَةُ اللهِ فِي السِّرِّ وَ الْعَلَانِيَةِ**''.

خفیہ اور اعلانیہ اللہ سے ڈرنا۔

(۲) ''**وَالْقَصْدُ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنَى**''.

فقیری اور امیری میں میانہ روی اختیار کرنا۔

(۳) ''**وَالْعَدْلُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا**''

غضب اور رضا ہر حال میں عدل وانصاف سے کام لینا۔

(صحیح الجامع الصغیر:۳۹۲۹)

اللہ تعالیٰ عادل ہے اور عدل وانصاف کو پسند کرتا ہے یقیناً جو انسان اللہ کی پسندیدہ صفات اپنائے گا اللہ تعالیٰ اسے دنیا اور آخرت کی بہت سی نعمتوں سے نوازے گا۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عِنْدَ اللَّهِ عَلَى مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ عَنْ يَمِينِ الرَّحْمَنِ عَزَّ وَجَلَّ، وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ الَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلُوا**'' (صحیح

مسلم:الامارۃ،باب فضیلۃ الامام العادل وعقوبۃ...۱۸۲۷)

''جو لوگ انصاف کرتے ہیں وہ اللہ عزوجل کے پاس منبروں پر ہوں گے پروردگار کے داہنی طرف اور اس کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں اور یہ انصاف کرنے والے وہ لوگ ہیں جو حکم کرتے وقت انصاف کرتے ہیں اور اپنے بال بچوں اور عزیزوں میں انصاف کرتے ہیں اور جو کام ان کو دیا جائے اس میں انصاف کرتے ہیں''۔

جنت میں داخل ہونے والے تین لوگ:

سیدنا عیاس بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: جنت میں داخل ہونے والے لوگ تین طرح کے ہیں:

(۱) ذُوْ سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُتَصَدِّقٌ مُوَفَّقٌ.

حکمران۔انصاف کرنے والا۔سچ بولنے والا نیک کاموں کی توفیق دیا گیا۔

(۲) وَرَجُلٌ رَقِيْقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِیْ قُرْبٰی.

ہر قرابت والے اور مسلمان کے لئے نرم۔

(۳) وَعَفِيْفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُوْعِيَالٍ.

پاکدامن اور فقر وفاقے کے باوجود سوال سے بچنے والا۔

(مسلم،الجنۃ ونعیمھا،باب الصفات التی یعرف:۲۸۶۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قاضی تین طرح کے ہیں جن میں سے ایک جنت میں اور دو جہنم میں جائیں گے:

(۱) فرجل عرف الحق فقضی به.

جس نے حق جان لیا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا۔

(۲) ورجل عرف الحق فجار فی الحکم.

جس نے حق کو جان لیا مگر فیصلے میں ظلم کیا۔

(۳) ورجل قضی للناس علی جهل.

جس نے (بغیر تحقیق وتفتیش کے) جہالت پر ہی لوگوں کا فیصلہ کر دیا۔(ابوداؤد: کتاب الاقضیۃ،باب فی القاضی یخطئ:۳۵۷۳)

عدل کی وجہ سے آسمان وزمین قائم ہیں:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ہر سال خیبر کے یہودیوں کے پاس جا کر پھلوں اور فصلوں کا حساب لگا کر ان سے حصہ وصول کرتے، یہودیوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شکوہ کیا کہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ حصے کا حساب لگانے میں سختی کرتے ہیں اور ادھر سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو رشوت دینے کی پیش کش کر دی تو اس پر سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے دشمنو! کیا مجھے حرام کھلانا چاہتے ہو؟ پھر فرمایا اللہ کی قسم! میں اس ہستی کی طرف سے آیا ہوں جو مجھے ساری کائنات سے بڑھ کر محبوب ہے اور جہاں تک تمہارا تعلق ہے تو تم مجھے ساری انسانیت سے بڑھ کر مبغوض ہو! کیونکہ تم ہی وہ لوگ ہو جنہیں بندر اور خنزیر بنایا گیا تھا، لیکن تمہارے ساتھ بغض اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت مجھے اس بات پر آمادہ نہیں کر سکتی کہ میں تمہارے ساتھ کوئی ناانصافی کروں یہ سن کر یہودی کہنے لگے: ''**بهذا قامت السموٰت والارض**'' اسی عدل کی وجہ سے آسمان وزمین قائم ہیں۔(صحیح ابن حبان: المزارعۃ، ذکر خبر ثالث یصرح بان الزجر عن المخابرہ:۵۱۹۹ حسن)

آخر میں اللہ سے دعا ہے کہ ہم سب کو عدل وانصاف کا پابند بنائے اور ظلم وزیادتی سے بچائے۔(آمین)

حلقۂ حدیث

نہ ختم ہونے والے اعمال

● شیخ عبدالجبار انعام اللہ سلفی (استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی، ممبئ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ ، إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ".(صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب ما یلحق الانسان بعد وفاتہ، حدیث:1631، سنن أبی داود، کتاب الوصایا، باب ما فی الصدقۃ عن المیت، حدیث:2880، سنن ترمذی، ابواب الاحکام، باب فی الوقف حدیث:1376)

ترجمہ:

حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ بند ہوجاتا ہے سوائے تین چیزوں کے: صدقہ جاریہ، ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں اور نیک وصالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرے"۔

تشریح:

اس حدیث سے درج ذیل باتیں نکل کر سامنے آتی ہیں:

1- یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دنیا میں آنے والے ہر شخص کو موت سے دوچار ہونا ہے۔

2- یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انسان جب مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ بند ہوجاتا ہے۔

3- اس حدیث میں تین ایسے نیک اور صالح اعمال کو انجام دینے پر ابھارا گیا ہے جن کے ثواب کا سلسلہ ایک مسلمان آدمی کے مرنے کے بعد بھی جاری رہنے والا ہے۔

پہلا عمل: صدقۂ جاریہ:

یعنی ایسا صدقہ جس کو عوام کی بھلائی کے لیے وقف کر دیا جائے، اور جس کا فائدہ لوگوں کو صدقہ کرنے والے کی وفات کے بعد بھی تادیر پہنچتا رہے۔ جب تک اس کا فائدہ جاری رہے گا، تب تک ثواب بھی جاری رہے گا۔ لیکن اس سے مراد وہ صدقہ ہے جو میت نے اپنی زندگی میں خود کیا ہو نہ کہ وہ جو میت کی طرف سے اس کی وفات کے بعد کیا جائے، مثلاً: سرائے کی تعمیر، کنواں کھدوانا، نل لگوانا، مساجد و مدارس اور یتیم خانوں کی تعمیر کروانا، اسپتال کی تعمیر، پل اور سڑک وغیرہ بنوانا، ان میں سے جو کام بھی وہ اپنی زندگی میں کر جائے وہ سب صدقہ جاریہ میں شمار ہوں گے۔

دوسرا عمل: نفع بخش علم:

اس حدیث میں نفع بخش علم کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ غیر نفع بخش علم صاحبِ علم کو کوئی فائدہ نہیں دیتا ہے۔ اس علم میں لوگوں کو تعلیم دینا، طلباء کے تعلیمی اخراجات برداشت کرنا، تصنیف و تالیف اور درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ کا سلسلہ قائم کرنا، مدارس کی تعمیر کرنا، دینی کتب کی طباعت اور ان کی نشر و اشاعت کا بندوبست کرنا وغیرہ امور سبھی داخل ہیں۔

تیسرا عمل: نیک اولاد:

جس کی اس نے صحیح تربیت کی ہو اور اسے اچھے کاموں کا عادی بنایا ہو، نیک کی قید اس لئے کی گئی ہے کہ بغیر اس کے اجر حاصل ہونے والا نہیں ہے۔اور اولاد میں بیٹا، بیٹی پوتا، پوتی، نواسا نواسی وغیرہ کے علاوہ روحانی اولاد بھی شامل ہے جنہیں علم دین سکھایا ہو۔گویا کہ اس حدیث میں نیک اور صالح اولاد کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اولاد کی بہترین تربیت پر ابھارا گیا ہے تاکہ وہ آخرت میں اپنے والدین کے لئے نفع بخش ثابت ہوسکے۔بذات خود دعا کرکے یا ان کے لئے دعا کا سبب بن کر کے۔جیسا کہ فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

"إِنَّ الرَّجُلَ لَتُرْفَعُ دَرَجَتُهُ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُولُ أَنَّى هَذَا فَيُقَالُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ"

"جنت میں آدمی کا درجہ بلند کیا جاتا ہے۔تو وہ کہتا ہے: یہ کس وجہ سے ہوا؟ اسے کہا جاتا ہے: تیری اولاد کے تیرے لئے دعائے مغفرت کرنے کی وجہ سے"۔

اوران باتوں کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ عِلْمًا عَلَّمَهُ وَنَشَرَهُ، وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهُ، وَمُصْحَفًا وَرَّثَهُ، أَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ، أَوْ بَيْتًا لِابْنِ السَّبِيلِ بَنَاهُ، أَوْ نَهْرًا أَجْرَاهُ، أَوْ صَدَقَةً أَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهِ فِي صِحَّتِهِ وَحَيَاتِهِ، يَلْحَقُهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ". "مومن کو وفات کے بعد جو نیک عمل پہنچتے ہیں، ان میں یہ بھی ہیں: جس علم کی تعلیم دی اور اسے پھیلایا، نیک اولاد جو پیچھے چھوڑی، قرآن مجید کا نسخہ جو کسی کو وراثت میں ملا، مسجد جو اس نے تعمیر کی، مسافر خانہ جو اس نے قائم کیا، نہر جو اس نے جاری کی یا صدقہ جو اس نے اپنی زندگی میں صحت کی حالت میں نکالا، ان سب کا ثواب اس کی موت کے بعد اسے ملتا رہتا ہے"۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب المقدمۃ، باب ثواب معلم الناس الخیر، حدیث: 242، صحیح ابن خزیمہ: 121/4، حدیث: 2490، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ حدیث: 1598)

یہ وہ اعمال ہیں جو انسان کے مرنے کے بعد بھی نہ ختم ہونے والے ہیں ان کا ثواب اسے ملتا رہے گا۔

4۔ اس کے علاوہ اس حدیث میں والدین کے ساتھ ان کے مرنے کے بعد بھی حسنِ سلوک پر ابھارا گیا ہے۔

5۔ علم نافع حاصل کرنے اور اسے لوگوں کے درمیان عام کرنے کی بھی ترغیب دی گئی ہے۔

6۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مردہ دنیا والوں کی باتیں نہ تو سنتا ہے اور نہ دنیا میں سے کچھ دیکھتا ہے، ہاں جن باتوں کا استثنا ثابت ہے اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔جیسے یہ ثابت ہے کہ دفن کے بعد مردہ واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔لیکن اس کی کیفیت ہمیں نہیں معلوم ہے۔

7۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وفات کے بعد، مرنے والے کے لئے قرآن خوانی کا اہتمام یا قل، ساتواں اور چالیسواں وغیرہ اسے ذرہ بھر مفید نہیں ہیں، ماسوائے اوپر حدیث میں مذکور تین اعمال کے، لہٰذا اس قسم کی بدعات سے اجتناب کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان امور کو اپنی زندگی میں انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے اور انہیں ہمارے لئے دنیا و آخرت دونوں میں فائدہ مند بنائے۔(آمین)

اداریہ

تکریمِ انسانیت اور ہماری ذمہ داریاں

مدیر

دین اسلام ایک آفاقی اور ہمہ گیر دین ہے اس میں ایمان اور عقیدے کے تحفظ کے ساتھ بندوں کے حقوق کی رعایت اور عالم انسانیت کے احترام اور ان کے حقوق اور واجبات کے تحفظ کی بھی گارنٹی اور ضمانت دی گئی ہے اللہ رب ذوالجلال نے ہمیں دین وایمان کو بچانے اور اس کی حفاظت کرنے کے ساتھ ساتھ جان، مال، عزت وآبرو اور عقل وشعور کی بھی حفاظت کا حکم عطا فرمایا ہے اور اس سلسلے میں وہ تمام ہدایات قرآن مجید کے ذریعے سے اور پیارے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے دنیائے انسانیت کو عطا کیے گئے جن سے اس روئے زمین پر رہنے والے اللہ کے تمام بندوں کے حقوق کا تحفظ ممکن ہو سکے اور انسانیت اور تمام مذاہب عالم کے احترام کے ساتھ ایک مومن بندہ سماج اور معاشرے میں اپنی زندگی گزار سکے۔ پیارے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں یوں تو اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں جو آپ کی طرف سے انسانیت کے تئیں رحمت ومحبت ،رواداری وخیرسگالی، باہمی ہمدردی اور انسانی تعاون کی بنیادوں پر احادیث مبارکہ اور سیرت طیبہ کے صفحات پر روز روشن کی طرح سے عیاں ہے۔ پیارے نبی ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی احترام انسانیت کی بنیادیں استوار کی گئیں اور آپ کے گرد وپیش موجود اہل کتاب، کفار ومشرکین اور تمام ان مذاہب کا اور اللہ کے ان بندوں کا احترام ملحوظ خاطر رکھا گیا جو اس وقت عرب کی سرزمین پر یا مکہ اور مدینہ کے گرد وپیش موجود تھے۔ اہل ذمہ اور عہد وپیمان پر رہنے والے لوگوں کے سلسلے میں آپ کی ہدایات ان تمام باتوں پر شاہد عدل ہیں فرمان نبوی ہے:

”ألا من ظلم معاهدا أو انتقصه أو كلفه فوق طاقته أو أخذ منه شيئا بغير طيب نفس فأنا حجيجه يوم القيامة“.

خبردار! جس کسی نے کسی معاہد (اہل ذمہ) پر ظلم کیا یا اس کا حق غصب کیا یا اس کو اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف دی یا اس کی رضا کے بغیر اس سے کوئی چیز لی تو قیامت کے روز میں اس کی طرف سے جھگڑوں گا۔ (رواہ أبوداود: ۳۰۵۲ وصححہ الألبانی)

اور دوسری روایت میں اس بابت بہت سخت وعید سنائی گئی ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ:

”من قتل معاهدا لم يرح رائحة الجنة وإن ريحها يوجد من مسيرة أربعين عاما“ جس شخص نے کسی ذمی کو قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا حالانکہ اس کی خوشبو 40 سال کی مسافت کی دوری سے پائی جائے گی۔ (رواہ البخاری: ۳۱۶۶)

دعوت وتبلیغ کے تعلق سے پیارے نبی ﷺ کو یہ حکم عطا فرمایا گیا کہ آپ کو نرمی، سہولت اور سماحت ورواداری کے ساتھ اپنی دعوت کو کفار ومشرکین تک پہونچانا ہے اس میں نفرت، دل کی

تنگی اور سختی یہ آپ کی دعوت کا زیب عنوان نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ ٱلْقَلْبِ لَٱنفَضُّوا۟ مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَٱعْفُ عَنْهُمْ وَٱسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِى ٱلْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُتَوَكِّلِينَ﴾ [آل عمران:۱۵۹]

''پھر اللہ کی رحمت کے سبب سے تو ان کے لیے نرم ہوگیا، اور اگر تو تندخو اور سخت دل ہوتا تو البتہ تیرے گرد سے بھاگ جاتے، پس انہیں معاف کردے اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور کام میں ان سے مشورہ لیا کر، پھر جب تو اس کام کا ارادہ کر چکا تو اللہ پر بھروسہ کر، بے شک اللہ توکل کرنے والے لوگوں کو پسند کرتا ہے''۔

اور انہی بنیادوں پر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہنے والا صحابہ کرام کا گروہ مقدس بھی چل پڑا جنہوں نے تاریخ عالم میں احترام انسانیت، رواداری اور دوسری قوموں کی عبادت گاہوں اور ان کی عزت وآبرو کی حفاظت اور جان مال کے تحفظ کے سلسلے میں تاریخ کے صفحات میں انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔

صحابہ کرام کی سیرت کو اگر بغور پڑھا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح سے عیاں ہو جاتی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کی روشنی میں خلافت راشدہ کے مبارک دور میں اور اس کے بعد دیگر ادوار میں احترام انسانیت اور مذاہب عالم کے تئیں انہی بنیادوں کو استوار فرمایا جو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں قائم فرمایا تھا۔ جہاں بھی گئے لوگوں کے جان و مال کے تحفظ پر ہمیشہ پوری توجہ رکھی۔ دوسری قوموں کے ساتھ جنگوں اور لڑائیوں کے باوجود بھی انسانیت اور احترام انسانیت کے دامن کو کبھی داغدار نہ ہونے دیا۔ ہر ایک کی عزت و آبرو اور سماجی مقام کا بھرپور خیال رکھا اور دیگر اقوام عالم کے ساتھ اس طریقے سے مروت، رواداری، سماحت والفت، خیر سگالی، انسانی محبت اور باہمی ہمدردی کے ساتھ سماج اور معاشرے میں ہر ایک کی مدد اور معاونت میں ہمیشہ لگے رہے۔ تاریخ اسلام میں کوئی ایسی مثال ہمیں اور آپ کو نہیں ملے گی جہاں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے ان بنیادوں کو متزلزل کرنے کی ادنی بھی کاوش کی ہو یا اس میں ادنی سی کوتاہی کی ہو۔

اس زمانے میں اگرچہ مواصلات، اتصالات اور آپسی تعلقات کے وہ وسائل نہیں تھے جو موجودہ زمانے میں موجود ہیں لیکن پھر بھی حتی المقدور جہاں بھی رہے اور جس جگہ بھی گئے روم، ایران، فارس اور جزیرۃ العرب سے باہر نکل کر تمام اقوام عالم کے ساتھ انسانیت کی بنیادوں پر احترام انسانیت کے انمٹ نقوش چھوڑے۔ کبھی کسی کی عزت وآبرو کے ساتھ کھلواڑ نہیں کیا نہ ہی جان اور مال کے ساتھ ناحق دست درازی اور ظلم وتعدی کا شکار ہوئے جہاں بھی رہے حق وانصاف کا بول بالا رہا اور انسانیت کی بنیادوں پر اقوام عالم کے ساتھ تعامل اور معاشرتی زندگی جاری اور ساری رہی ہے اور یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام کے صاف ستھرے کرداروں کی وجہ سے اسلام روس اور چین کی سرحدوں تک اور ہمارے اور آپ کے وطن عزیز ہندوستان تک پہنچا اور ان کی انسانیت نوازی، رواداری اور انسانی بنیادوں پر تمام مذاہب اور اقوام عالم کے ساتھ ہمدردی اور خیر سگالی کے جذبات نے تمام اقوام عالم کو دین اسلام کو پڑھنے، سمجھنے اور اس کے قریب آنے کا موقع فراہم کیا چنانچہ بہت قلیل مدت میں بہت سارے لوگ صحابہ کرام کے انہی عظیم کرداروں کی وجہ سے حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔

حیرہ کے نصرانیوں کے ساتھ خلیفۃ المسلمین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی انسانیت نوازی کی عظیم مثال تاریخ کے صفحات پر ثبت ہے کہ انہوں نے اپنے عہد خلافت میں وہاں کے ذمیوں کے سلسلے میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ مراعات اور انسانی ہمدردی برتنے کا آرڈر صادر فرمایا اور ان میں سے کمزوروں، محتاجوں اور عمر دراز لوگوں کی بیت المال سے کفالت کا حکم عطا فرمایا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لکھے گئے آپ کے اس فرمان کو سونے کے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے، فرماتے ہیں کہ: ''ایسے لوگ جو کام نہیں کر سکتے یا ان کو کوئی آفت اور مصیبت لاحق ہو چکی ہے اور وہ قلاش ہو چکے ہیں اور ان کی قوم کے لوگ ان کے اوپر صدقہ وخیرات کرنے لگے ہیں ایسی صورت میں ان لوگوں کا جزیہ ختم کر دیا جائے اور ان کے اور ان کے بچوں کی بیت المال سے کفالت کی جائے''۔ (کتاب الخراج رابو یوسف:306)

اسی طرح عہد فارقی میں اہل ذمہ کے ساتھ انسانیت نوازی اور سماحت اسلام کی عظیم الشان ہدایات جاری کی گئیں چنانچہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد تمام خلفاء کو اس بات کی وصیت کی کہ اہل ذمہ کے ساتھ عہد اور معاہدے کی رعایت کی جائے اور ان کے جان ومال کی حفاظت کی جائے اور طاقت سے زیادہ ان سے کام نہ لیا جائے۔ صحیح بخاری کے اندر یہ روایت موجود ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد آنے والے تمام خلفاء کو اہل ذمہ کے سلسلے میں یہ کہتے ہوئے وصیت جاری کی تھی کہ ''میں ذمیوں کے سلسلے میں اللہ اور اللہ کے رسول کا واسطہ دے کر کے ان کے عہد و پیمان کو پورا کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ ان کے پیچھے سے ان کے جان ومال کی حفاظت کے لیے لڑائی لڑی جائے اور انہیں طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔ (بخاری:1392)

اس بابت ایک اور واقعہ تاریخ کے صفحات میں درج ہے کہ:

''حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کا گزر ایک ایسے آدمی کے پاس سے ہوا جو نابینا تھا اور لوگوں کے دروازوں پر دست سوال دراز کر رہا تھا، اسے دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تم کون سے اہل کتاب میں سے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں یہودی ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پھر پوچھا کہ تم اس طرح سے بھیک کیوں مانگ رہے ہو؟ اس نے کہا کہ جزیہ دینا ہے اور میری اپنی ضرورت ہے اور میری عمر کا تقاضا ہے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑا، اپنے گھر لے گئے اور جو کچھ میسر تھا اسے دیا اور پھر بیت المال کے خادم کے پاس اسے بھیجا اور فرمایا: کہ دیکھو اس کو اور اس جیسے پریشان حال لوگوں کو، اللہ کی قسم اگر ہم نے ان کی جواں سالی میں ان سے کچھ (جزیہ) لیا ہے تو یہ انصاف کی بات نہیں ہوگی کہ بڑھاپے میں ہم ان کو رسوا کریں اور پھر ان کا جزیہ اور ٹیکس معاف کر دیا۔ (کتاب الخراج رابو یوسف:126)

نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی زندگیوں میں تکریم انسانیت اور احترام آدمیت اور دیگر مذاہب عالم اور اقوام کائنات کی مدد اور ان کے ساتھ رواداری کی اس طرح کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں جو انسانی تاریخ میں سونے کے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم بحیثیت مسلمان اپنے گرد وپیش اس طرح کے لوگوں کی خبر گیری کریں، اور اپنے حسین انسانی کرداروں سے انکے دلوں کو اسلام کی محبت سے بھر دیں۔ وما توفیقی إلا باللہ

۞ ۞ ۞

عقیدہ ومنہج

فسق اوراس کی اقسام

● شیخ مختاراحمدمحمدی مدنی (جبیل،سعودی عرب)

لغتِ عرب میں فسق کے معنی ''نکلنے'' کے ہیں، حدیث میں کچھ جانوروں کو فاسق کہا گیا ہے علماء نے اس کی توجیہ یہ بتائی ہے کہ یہ جانور لوگوں کو ایذا پہونچاتے ہیں، وہ اپنے اس ایذا رسانی سے دیگر جانوروں کے حکم سے نکل جاتے ہیں اسی لئے ان کو فاسق کہا گیاہے، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''خمس من الدواب كلها فواسق تقتل في الحرم الغراب، والحدأة ، والكلب العقور ، والعقرب ، والفارة''. (بخاری ومسلم)

یعنی:''پانچ جانور ایسے ہیں جو فاسق ہیں حرم میں بھی انہیں قتل کردیا جائے گا،کوا،چیل،پاگل کتا،بچھواور چوہیا''۔

شرعی اصطلاح میں:

اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے نکل جانا فسق کہلاتا ہے، بالفاظ دیگر اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی معصیت ونافرمانی کرنا۔

اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے نکل جانا کبھی انکار کے ذریعہ ہوتا ہے توکبھی عملی نافرمانی کے ذریعہ اس لئے اس کی دوقسمیں ہیں:

ا-فسق اکبر : وہ فسق جس سے انسان اللہ کی اطاعت اور اس کی فرماں برداری قبول کرنے سے مکمل طور پر نکل جائے، وہ اسلام کے کسی اہم وبنیادی اصول کو دل سے یا زبان سے جھٹلادے، جیسے نبی کو جھٹلادے یا جنت وجہنم کو جھٹلادے، یا صلاۃ زکاۃ صوم وحج کا انکار کردے، یا دین کی بات کو ماننے اور قبول کرنے سے مکمل انکار کردے، یا دین کے احکام وعبادات کا مذاق اڑائے، یا دین کی کسی بنیادی چیز میں شک کرے جیسے اللہ کے بارے میں شک کرے، جنت وجہنم اورفرشتوں کے بارے میں شک کرے، قیامت میں شک کرے، عذاب قبر یا اس کی نعمتوں میں شک کرے، ایسی صورت میں انسان دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے،قرآن کریم میں لفظ''فاسقین، فاسقون'' بیشتر طور پر کفار ومنافقین کے لئے استعمال ہوا ہے۔

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَمَّا ٱلَّذِينَ فَسَقُواْ فَمَأْوَىٰهُمُ ٱلنَّارُ كُلَّمَآ أَرَادُوٓاْ أَن يَخْرُجُواْ مِنْهَآ أُعِيدُواْ فِيهَا﴾ [السجدة:۲۰]

یعنی:''جن لوگوں نے (اللہ تعالی کی) حکم عدولی کی ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، جب کبھی اس سے باہر نکلنا چاہیں گے اسی میں

لوٹا دیئے جائیں گے''۔

اللہ تعالی منافقین کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰٓ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِۦٓ ۖ إِنَّهُمْ كَفَرُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَمَاتُوا۟ وَهُمْ فَٰسِقُونَ﴾ [التوبۃ:۸۴]

یعنی:''ان میں سے کوئی مرجائے تو آپ اس کے جنازے کی صلاۃ ہرگز نہ پڑھیں، اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوں، یہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں اور فاسق ہیں''۔

انہوں نے دل سے خروج کیا دل سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق ہی نہیں کی، دھوکہ دینے کے لئے صرف زبان سے اقرار کیا۔

اس کی ایک دلیل ابلیس کے خروج اور انکار کی ہے، اس کے بارے میں بھی اللہ نے لفظ فسق استعمال کیا ہے ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَٰٓئِكَةِ ٱسْجُدُوا۟ لِءَادَمَ فَسَجَدُوٓا۟ إِلَّآ إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ ٱلْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِۦٓ﴾ [الکھف:۵۰]

یعنی:''اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدم (علیہ السلام) کا سجدہ کرو، تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے یہ جنوں میں سے تھا، اس نے اپنے رب کا حکم ماننے سے انکار کر دیا''۔

ان تینوں آیتوں میں فسق سے مراد فسق اکبر اور ''فاسقون'' سے مراد منافقین اور کفار ہیں۔

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿أَفَمَن كَانَ مُؤْمِنًا كَمَن كَانَ فَاسِقًا ۚ لَّا يَسْتَوُۥنَ﴾

[السجدۃ:۱۸]

یعنی:''کیا مومن، فاسق جیسا ہے، یہ برابر نہیں ہوسکتے''۔ ایمان کے مقابلہ میں لفظ فسق استعمال ہوا ہے جس کا معنی کفر کا ہے۔

دوسری قسم: فسق اصغر (چھوٹا فسق): اسے فسق دون فسق بھی کہا جاتا ہے۔

یعنی وہ فسق جس سے ایک شخص اللہ کی اطاعت سے جزئی طور پر نکل جاتا ہے، جیسے کوئی مسلمان شرک اکبر، کفر اکبر اور نفاق اکبر کے علاوہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے اور توبہ نہ کرے یا چھوٹے گناہوں پر اصرار کرے یا فرائض ادا نہ کرے، جیسے صلاۃ وصوم کی پابندی نہ کرے، یا اس پر زکاۃ فرض ہوگئی ہے لیکن زکاۃ نہ دے، یا والدین کی خدمت نہ کرے، ایسا شخص مسلمان تو رہتا ہے لیکن کامل مسلمان نہیں رہتا، اس کے ایمان میں بھی نقص ہوتا ہے اور عمل میں بھی کوتاہی رہتی ہے، اس کے پاس جہاں کچھ نیکیاں ہیں وہیں برائیاں بھی ہیں، فقہاء کی اصطلاح میں عموماً لفظ فاسق اسی معنی کے لئے استعمال ہوا ہے، ایسے لوگوں کو دوسرے معنوں میں نافرمان، بے عمل اور گنہگار بھی کہا جاتا ہے، ایسے لوگ اللہ کی مشیئت کے تحت ہیں، اللہ چاہے تو ان پر اپنا فضل واحسان کرتے ہوئے ان کے ایمان وتوحید کی وجہ سے انہیں معاف کردے، اور شروع ہی سے جنت میں داخل کردے، اور اگر چاہے تو گناہوں کی وجہ سے انہیں عذاب دے پھر جنت میں

داخل کرے۔

ارشاد ربانی ہے :

﴿ٱلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَٰتٌ ۚ فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ ٱلْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِى ٱلْحَجِّ﴾

[البقرة:۱۹۷]

یعنی: ’’حج کے مہینے مقرر ہیں اس لئے جو شخص ان میں حج لازم کرلے تو وہ اپنی بیوی سے میل ملاپ کرنے، گناہ کرنے، اور لڑائی جھگڑا کرنے سے باز رہے‘‘۔

اور اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓا۟ أَن تُصِيبُوا۟ قَوْمًۢا بِجَهَٰلَةٍ فَتُصْبِحُوا۟ عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَٰدِمِينَ﴾

[الحجرات:٦]

یعنی: ’’اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو، ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچادو پھر اپنے کئے پر پشیمانی اٹھاؤ‘‘۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ ۚ وَإِن تَفْعَلُوا۟ فَإِنَّهُۥ فُسُوقٌۢ بِكُمْ﴾ [البقرة:۲۸۲]

یعنی: ’’اور نہ تو لکھنے والے کو نقصان پہنچایا جائے نہ گواہ کو، اور اگر تم یہ کرو تو یہ تمہارا فسق ہے‘‘۔

کاتب (لکھنے والے) اور گواہ کو نقصان پہنچانا فسق ہے، اور یہاں فسق سے چھوٹا فسق مراد ہے جو گناہ اور زیادتی کے معنی میں ہے۔

کسی کو گالی دینا یہ بھی فسق ہے:

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

’’سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ‘‘. (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

یعنی : ’’مسلمان کو گالی دینا فسق (گناہ) ہے، اور اس سے قتال کرنا کفر ہے‘‘۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

’’من حج هذا البيت فلم يرفث ولم يفسق خرج من ذنوبه كيوم ولدته أمه‘‘. (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

یعنی: ’’جس نے اس گھر (بیت اللہ) کا حج کیا اور شہوانی کاموں اور فسق وفجور سے دور رہا تو وہ حج سے (گناہوں سے پاک وصاف ہوکر) اس دن کی طرح واپس ہوتا ہے جس دن اس کی ماں نے جنم دیا تھا‘‘۔

ان آیات واحادیث میں فسق سے مراد فسق اصغر ہے، لہٰذا ایک داعی وطالب علم کے لئے ضروری ہے کہ دین کے ان اصطلاحات کی اور ان کے درمیان جو فرق ہے ان کی معرفت رکھے تاکہ خود گمراہی سے بچ سکے، اور دوسروں کو بھی بچا سکے، اللہ تعالی ہم سب کو سلف صالحین کے عقیدہ ومنہج پر قائم رکھے۔

دعوت وارشاد

دعوت الی اللہ کی اہمیت اوراسکے بنیادی ارکان

● دکتوراجمل منظورمدنی (وکیل جامعۃ التوحید بھیونڈی ممبئی)

اللہ کی جانب لوگوں کو بلانا اللہ کے نزدیک سب سے بہتر اور افضل ترین اعمال میں سے ہے، یہ دعوت وتبلیغ اللہ اور اس کے دین برحق کی جانب ہو، اسلامی تعلیمات کے منافی کسی مذہب کی طرف یا کسی دنیاوی غرض کے لئے یا کتاب وسنت کے طریقہ سے ہٹ کر کسی اور مقصد کی خاطر ہرگز نہ ہو، بلکہ دعوت وتبلیغ کا مقصد صرف یہ رہے کہ اس کے ذریعہ اللہ کا دین بلند ہو، ایسی دعوت حق اور دعوت دین جو ایک عربی کو بھی پیش کی جائے گی اور عجمی کو بھی، قریب کو بھی اس کی طرف بلایا جائے گا اور بعید کو بھی، دوست کو بھی یہ دعوت دی جائے گی اور دشمن کو بھی۔

دعوت حق کا فریضہ کسی متعین جماعت یا کسی خاص نسل وطبقہ اور کسی مخصوص زمانہ کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ یہ وہ فریضہ ہے جو ہر دور میں اور امت محمدیہ کے ہر فرد پر حسب استطاعت عائد ہوتا ہے اور امت کا کوئی بھی فرد خواہ وہ عربی ہو یا عجمی، بادشاہ ہو یا فقیر، حکومت ہو یا قوم، جو بھی اس مقدس دعوت کو لے کر اٹھے گا اسے عزت وسربلندی ملے گی، اللہ کی نصرت وتائید حاصل ہوگی، اللہ تعالی اسے اپنے حفظ وامان میں رکھے گا اور صالح مومن بندوں میں سے اس کے لئے اعوان وانصار اور محافظ ومددگار عطا کردے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَيَنصُرَنَّ ٱللَّهُ مَن يَنصُرُهُۥٓۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ [الحج:۴۰] ترجمہ: جو شخص اللہ کی مدد کرتا ہے اللہ اس کی ضرور مدد کرتا ہے، بیشک اللہ طاقت والا اور غالب ہے۔

دعوت الی اللہ کے کچھ ضروری ستون اور بنیادیں ہیں جن پر وہ قائم ہے، اگر ایک بھی بنیاد میں خلل پیدا ہوجائے تو پھر وہ دعوت نہ توصحیح رہ سکتی اور نہ ہی مطلوبہ اہداف تک پہونچ سکتی ہے، اس کے لیے کتنی ہی کوششیں کیوں نہ کرلی جائیں اور کتنا ہی وقت کیوں نہ ضائع کردیا جائے جیسا کہ آج ہم ان بہت ساری معاصر دعوتوں کا حال دیکھ رہے ہیں جو مذکورہ بنیادوں پر قائم نہیں ہیں۔

ذیل میں ہم کتاب وسنت کی روشنی میں چند ان بنیادوں کو ذکر کر رہے ہیں جن پر صحیح دعوت قائم ہے:

1- جس چیز کی دعوت دے اس کا علم ہو، سو ایک جاہل اس بات کا اہل نہیں ہے کہ وہ دین کا داعی بنے، اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنے نبی محمد ﷺ سے فرمایا: "قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي" ترجمہ: آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے۔ میں اور میرے متبعین اللہ کی طرف بلا رہے ہیں، پورے یقین وبصیرت اور اعتماد کے ساتھ۔

اور بصیرت ہی علم ہے، اور اس لئے کہ ایک دین کا داعی گمراہ علماء کا سامنا کرتا ہے ایسے گمراہ قسم کے لوگ جو شبہات پیدا کرتے ہیں اور باطل کا سہارا لے کر مجادلہ کرتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے حق کو نیچا کردیں اسی لئے اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَجَٰدِلۡهُم بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُۚ﴾ [النحل:۱۲۵] ترجمہ:

اوران سے مجادلہ کروایسے طریقے سے جوزیادہ بہتر ہو۔

اور نبی اکرم ﷺ نے معاذ رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا تھا: ''تم ایسی قوم کے پاس جارہے ہو جو کتاب والے ہیں''۔

چنانچہ جب ایک داعی ایسے علم سے مسلح نہیں ہوگا جس کے ذریعے وہ ہر شبہے کا سامنا کرسکے اور اپنے مدمقابل کو زیر کرسکے تو وہ پہلی ہی ملاقات میں شکست کھا جائے گا اور آغاز سفر ہی میں بیٹھ جائے گا۔

2- وہ جس کی دعوت دے اس پر خود عمل کرے تاکہ وہ ایک اچھا اسوہ اور آئیڈیل بن سکے، اس کے افعال واعمال اس کے اقوال کی تصدیق کریں، ایسا نہ ہو کہ اہل باطل اسی کے قول وکردار کو لے کر اس کے خلاف حجت بنائیں؛ چنانچہ اللہ تعالی نے اپنے نبی شعیب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا جنہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا:﴿وَمَآ أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَآ أَنْهَىٰكُمْ عَنْهُ ۚ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا ٱلْإِصْلَـٰحَ مَا ٱسْتَطَعْتُ﴾[هود:۸۸] ترجمہ: اور میں نہیں چاہتا کہ تمہاری بجائے میں (خود) اس کا ارتکاب کروں جس سے تمھیں منع کرتا ہوں، میں تو اصلاح کے سوا کچھ نہیں چاہتا جتنی کرسکوں۔

اور اسی طرح اللہ تعالی نے اپنے نبی محمد ﷺ کو مخاطب کرکے فرمایا:﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِى وَنُسُكِى وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِى لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَـٰلَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُۥ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا۠ أَوَّلُ ٱلْمُسْلِمِينَ﴾[الانعام:۱۶۲-۱۶۳] ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَآ إِلَى ٱللَّهِ وَعَمِلَ صَـٰلِحًا وَقَالَ إِنَّنِى مِنَ ٱلْمُسْلِمِينَ﴾[فصلت:۳۳] ترجمہ: اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں۔

3- داعی کے اندر اخلاص ہو اس طور پر کہ جس چیز کی دعوت دے رہا ہے اس کے اندر اللہ کی رضا جوئی مقصد ہو، اس کے ذریعے وہ ریا ونمود کی خواہش نہ رکھے اور نہ ہی بلند مقام اور سرداری چاہے اور نہ ہی کسی طرح سے کوئی دنیاوی حرص رکھے کیونکہ اگر اس کی دعوت میں ان مقاصد میں سے کوئی ایک بھی شامل ہوگیا تو وہ دعوت اللہ کی خاطر نہیں ہوگی بلکہ وہ یا تو نفس کی خاطر ہوگی یا پھر اس مقصد کے لئے جسے وہ چاہ رہا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے اپنے انبیاء کے بارے میں خبر دیا ہے کہ وہ اپنی قوموں سے کہتے تھے:﴿لَّآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا﴾ [الشوریٰ:۲۳] ترجمہ: میں اس پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا۔ ایک دوسری جگہ فرمایا:﴿لَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا﴾[هود:۲۹] ترجمہ: میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا۔

4- اہمیت کے حساب سے اپنی دعوت کا آغاز کرے یعنی اپنی دعوت کا اغاز اس چیز سے کرے جو سب سے زیادہ اہم ہو اس طور پر کہ سب سے پہلے وہ اصلاح عقیدہ، اخلاص عبادت اور ترک شرک کی دعوت دے، پھر اس کے بعد نماز قائم کرنے، زکوۃ ادا کرنے، واجبات کو بجالانے اور محرمات سے اجتناب کرنے کی دعوت دے جیسا کہ تمام رسولوں کا طریقہ رہا ہے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِى كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱجْتَنِبُوا۟ ٱلطَّـٰغُوتَ﴾[النحل:۳۶]

ترجمہ: ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو!) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن قَبۡلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيٓ إِلَيۡهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعۡبُدُونِ﴾ [الانبیاء:۲۵]

ترجمہ: اور جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے ان کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں سو میری ہی عبادت کرو۔

اور انکے علاوہ بھی دیگر آیات ہیں۔

اور جب نبی پاک ﷺ نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تھا تو آپ نے ان سے فرمایا تھا: ”إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ، فَادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ فِي فُقَرَائِهِمْ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ“ ترجمہ: تم اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے پاس پہنچو گے، تم انہیں اس بات کی دعوت دینا کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور میں اس کا رسول ہوں، اگر وہ اسے مان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رات و دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اگر وہ اسے مان لیں تو بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مالوں میں ان پر زکاۃ فرض کی ہے، جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور انہیں کے محتاجوں میں بانٹ دی جائیگی، اگر وہ اس کو مان لیں تو پھر ان کے عمدہ اور نفیس مال وصول کرنے سے بچے رہنا (بلکہ زکاۃ میں اوسط مال لینا)، اور مظلوم کی بددعا سے بھی بچنا، اس لیے کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ (صحیح بخاری:1783)

سو آپ ﷺ نے دعوت دین کے میدان میں جو طریقہ اور منہج اپنایا ہے وہی سب سے بہتر اسوہ اور کامل منہج ہے اس طور پر کہ آپ ﷺ 13 /سال تک مکہ کے اندر رہ کر توحید کی طرف لوگوں کو بلاتے رہے اور انہیں شرک سے روکتے رہے پھر اس کے بعد انہیں آپ نے نماز قائم کرنے، زکوۃ ادا کرنے، روزہ رکھنے اور حج کرنے کا حکم دیا اور اسی طرح دیگر محرمات سے بچنے کی تلقین فرمائی جیسے کہ سود، زنا، چوری اور ناحق کسی کو قتل کرنا وغیرہ۔

5۔ دعوت الی اللہ کے میدان میں جو مشقتیں اور پریشانیاں لاحق ہوں ان پر صبر کرنا اس لئے کہ دعوت دین کے راستے میں پھول نہیں برسائے جائیں گے بلکہ یہ راستہ تکلیفوں اور خطرات سے گھرا ہوا ہے، سو اس میدان میں ہمارے لئے سب سے بہترین اسوہ اور نمونہ اللہ کے انبیاء اور رسل علیہم السلام ہیں؛ چنانچہ ان سب نے اپنی قوموں سے اس راہ میں بڑی تکلیفیں اٹھائیں اور انہوں نے ان کا مذاق اڑایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدِ ٱسۡتُهۡزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبۡلِكَ فَحَاقَ بِٱلَّذِينَ سَخِرُواْ مِنۡهُم مَّا كَانُواْ بِهِۦ يَسۡتَهۡزِءُونَ﴾ [الانعام:۱۰]

ترجمہ: اور واقعی آپ سے پہلے جو پیغمبر ہوئے ہیں ان کے ساتھ بھی استہزا کیا گیا ہے۔ پھر جن لوگوں نے ان سے مذاق کیا تھا ان کو اس عذاب نے آگھیرا جس کا تمسخر اڑاتے تھے۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدۡ كُذِّبَتۡ رُسُلٌ مِّن

قَبۡلِكَ فَصَبَرُواْ عَلَىٰ مَا كُذِّبُواْ وَأُوذُواْ حَتَّىٰٓ أَتَىٰهُمۡ نَصۡرُنَا﴾[الانعام:۳۴]

ترجمہ: اور بہت سے پیغمبر جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں ان کی بھی تکذیب کی جا چکی ہے سوانہوں نے اس پر صبر ہی کیا، ان کی تکذیب کی گئی اور ان کو ایذائیں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ ہماری امداد ان کو پہنچی۔

اسی طرح کی تکلیفوں اور مشقتوں کا سامنا رسولوں کے پیروکاروں کو بھی کرنا پڑتا ہے اسی اعتبار سے جتنا وہ اللہ کی راہ میں دعوت دیتے ہیں اور اس کے دین کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں اللہ کے رسولوں کی اقتداء کرتے ہوئے۔

6- ایک داعی پر واجب ہے کہ وہ حسن اخلاق کا پیکر ہو اور اپنی دعوت میں حکمت کا استعمال کرے اس لئے کہ یہ اس کی دعوت کی مقبولیت کے لیے زیادہ موثر ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے اپنے دونوں نبی موسی اور ہارون علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ دونوں اپنے وقت کے سب سے بڑے کافر فرعون کے سامنے نرمی اور حکمت کو اپنائیں جس نے ربوبیت کا دعوی کیا تھا چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا:﴿فَقُولَا لَهُۥ قَوۡلٗا لَّيِّنٗا لَّعَلَّهُۥ يَتَذَكَّرُ أَوۡ يَخۡشَىٰ﴾[طہ: ۴۴]

ترجمہ: اور اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ غور کرے یا ڈر جائے۔

اور اسی طرح اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام سے کہا:﴿ٱذۡهَبۡ إِلَىٰ فِرۡعَوۡنَ إِنَّهُۥ طَغَىٰ ۝١٧ فَقُلۡ هَل لَّكَ إِلَىٰٓ أَن تَزَكَّىٰ ۝١٨ وَأَهۡدِيَكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخۡشَىٰ﴾[النازعات:۱۷-۱۹]

ترجمہ: تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے سرکشی اختیار کر لی ہے۔ اس سے کہو کہ کیا تو اپنی درستگی اور اصلاح چاہتا ہے۔ اور یہ کہ میں تجھے تیرے رب کی راہ دکھاؤں تاکہ تو (اس سے) ڈرنے لگے۔

اور اسی طرح اللہ تعالی نے ہمارے نبی محمد ﷺ کے حق میں فرمایا:﴿فَبِمَا رَحۡمَةٖ مِّنَ ٱللَّهِ لِنتَ لَهُمۡۖ وَلَوۡ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ ٱلۡقَلۡبِ لَٱنفَضُّواْ مِنۡ حَوۡلِكَۖ﴾[آل عمران:۱۵۹]

ترجمہ: اللہ تعالی کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے، سو آپ ان سے درگزر کریں۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٖ﴾ [القلم:۴]

ترجمہ: اور بیشک آپ بہت بڑے (عمدہ) اخلاق پر ہیں۔

مزید ایک جگہ اللہ تعالی نے فرمایا:﴿ٱدۡعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلۡحِكۡمَةِ وَٱلۡمَوۡعِظَةِ ٱلۡحَسَنَةِۖ وَجَٰدِلۡهُم بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعۡلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِۦ وَهُوَ أَعۡلَمُ بِٱلۡمُهۡتَدِينَ﴾[النحل:۱۲۵]

ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے، یقیناً آپ کا رب اپنی راہ سے بھٹکنے والوں کو بھی بخوبی جانتا ہے اور وہ راہ یافتہ لوگوں سے بھی پورا واقف ہے۔

7- ایک داعی پر واجب ہے کہ وہ پرامید ہو کر دعوت کا کام کرے، اس بات سے بالکل ناامیدی نہ ہو کہ اس کی دعوت کا اثر نہیں ہو رہا اور اس کی قوم راہ راست پر نہیں آرہی ہے، اس بات سے بھی ناامید نہ ہو کہ اس کے پاس اللہ کی نصرت اور مدد نہیں آرہی ہے خواہ وقت کتنا ہی کیوں نہ طول پکڑ جائے اللہ کے انبیاء اور رسل علیہم السلام اس میدان میں ہمارے لئے سب سے بہتر

اسوہ اور آئیڈیل ہیں۔

یہ اللہ کے نبی نوح علیہ السلام ہیں جو اپنی قوم کے اندر ساڑھے نوسو برس رہ کر مسلسل انہیں اللہ کی طرف بلاتے رہے۔

اور یہ ہمارے نبی محمد ﷺ ہیں جب آپ پر کفار مکہ کی طرف سے تکلیفیں بہت زیادہ بڑھ گئیں تو اس وقت پہاڑوں کی فرشتے نے آپ کے پاس آکر یہ اجازت طلب کی کہ اگر آپ کا حکم ہو تو انہیں دونوں پہاڑیوں کے درمیان رکھ کر پیس دوں؟! اس وقت آپ ﷺ نے کہا: ہرگز نہیں! میں انتظار کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالی ان کے درمیان سے ایسی نسل پیدا کرے گا جو صرف اللہ کی عبادت کرے گی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گی۔

سو معلوم ہونا چاہیئے کہ ایک داعی جب بھی یہ صفت کھودے گا وہ میدان دعوت میں نہیں ٹھہر پائے گا بلکہ آغاز ہی میں بیٹھ جائے گا اور ناکام ثابت ہوگا۔

چنانچہ جو بھی دعوت مذکورہ بنیادوں پر قائم نہیں ہوگی اور وہ دعوت رسولوں کے منہج پر استوار نہیں ہوگی وہ دعوت یقینی طور پر ناکام ثابت ہوگی اور بالآخر مضمحل و پریشان ہو کر بے سود ہوگی۔

اس کی سب سے بہتر مثال آج کل کی وہ معاصر جماعتیں اور تنظیمیں ہیں جنہوں نے اپنے لئے کچھ ایسے الگ منہج اور طریقۂ دعوت بنا رکھا ہے جو رسولوں کے منہج سے بالکل مختلف ہے بالخصوص عقیدے کے پہلو سے پورے طور پر غفلت برت رکھی ہے الا ماشاء اللہ، اور انہوں نے اصلاح کے چند جانبی پہلوؤں کو اختیار کرر کھا ہے۔

کچھ جماعتیں تو ایسی ہیں جو حکومت واقتدار اور سیاست میں اصلاح کی بات کرتی ہیں، لوگوں کے درمیان حدود کے قیام اور شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کرتی ہیں، یہ بھی ایک اہم پہلو ہے مگر سب سے اہم نہیں ہے، آخر کیونکر ایک زانی اور چور پر حد نافذ کرنے کا مطالبہ کیا جائے جبکہ شرک کرنے والوں کے خلاف اللہ کے فیصلے کے نفاذ کا مطالبہ نہ ہو؟! اسی طرح قبر پرستوں، بت پرستوں اور اللہ کے اسماء وصفات اور اسکے دین میں انحراف کرنے والوں کے خلاف اللہ کے فیصلے کے نفاذ کا مطالبہ نہ کر کے اونٹ بکری کے معاملے میں لڑنے لوگوں کے درمیان شرعی فیصلہ کرنے کا مطالبہ کیوں کر سکتے ہیں؟!

سوال یہ ہے کہ کن لوگوں کا جرم زیادہ سنگین ہے کیا ان لوگوں کا جو زنا اور چوری کرتے ہیں یا جو شرک اور الحاد کرتے ہیں؟! اخلاقی جرائم خود بندوں کے حق میں ظلم ہے جبکہ شرک اور اسماء وصفات کی نفی کرنا خالق باری تعالیٰ کے حق میں ظلم ہے، اور خالق کا حق مخلوق کے حق پر مقدم ہوگا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا: ''توحید کی سلامتی کے ساتھ گناہوں کا ہونا بہتر ہے توحید کے بگاڑ سے''۔ (الاستقامۃ: 466/1)۔

آپ کو تعجب ہوگا کہ اخوانیوں کے یہاں ایسے لوگ مل جائیں گے جنہوں نے ایسی کتابیں لکھی ہیں جن میں باقاعدہ مزاروں سے تبرک لینے اور نیکو کاروں سے وسیلہ پکڑنے کی تائید کرتے ہیں۔

سو یہ جماعت جس منہج پر کام کرتی ہے جو انبیائی منہج سے الگ ہے۔

نوٹ: تفصیل کیلئے دیکھیں شیخ ربیع بن ہادی مدخلی حفظہ اللہ کی کتاب: ''منہج الانبیاء فی الدعوۃ الی اللہ فیہ الحکمۃ''۔

آداب واحکام

دعا کی فضیلت اور اس کے آداب

● شیخ شمیم احمد عبدالحکیم الفوزی (صدر مرکز "ندوۃ الصفۃ" ممبئی)

دعا ایک مہتم بالشان امر ہے کہ ایک صاحب ایمان کے لیے ضروریات زندگی کے باب میں جہاں یہ حاجت طلبی کا ایک اہم وسیلہ ہے وہیں شب وروز کے مختلف محاذوں پر کامیابی وسرخروئی پانے کے لیے ایک مضبوط ہتھیار بھی ہے بلکہ سچ یہ ہے کہ دعا مومن کے لیے ایک عظیم عبادت ہے اس پر ہم قدرے تفصیل سے گفتگو کریں گے تاہم آغاز وابتداء میں یہ جاننا بہت اہم ہے کہ دعا کا معنی اور مفہوم کیا ہے؟

دعا کا معنی ومفہوم:

(ا) دعا کا لغوی معنی: "دعا" عربی زبان کا لفظ ہے جو مصدر ہے "دَعَا" کا جس کا اصلی مادہ ہے "دَعَوَ" عربی لغت میں اس کے متعدد معانی ہیں چنانچہ جب کہا جائے "دَعَاهُ يَدْعُوْهُ دُعَاءً" تو معنی ہوگا پکارنا، بلانا۔

اور جب اس لفظ کے ساتھ "لَهُ" بطور صلہ استعمال ہو اور کہا جائے، "دَعَا لَهُ دُعَاءً" تو پھر مطلب ہوگا: کسی کے لیے دعاء خیر کرنا۔

جبکہ اگر "عَلٰى" کے صلہ کے ساتھ ہو اور کہا جائے "دَعَا فُلَانٌ عَلَيْهِ دُعَاءً" تو پھر معنی بالکل بدل جائے گا اور مطلب ہوگا: "کسی پر بددعا کرنا یا لعنت بھیجنا"۔

جبکہ یہ لفظ اگر بصلہ "إِلٰى" استعمال ہو تو اس وقت معنی ہوگا: "کسی چیز کی طرف بلانا، یا لے جانا"۔

قرآن کریم میں یہ معنی بڑے ہی خوبصورت پیرایے میں مذکور ہے کہ قوم فرعون کا ایک مومن شخص اپنی قوم سے کہتا ہے:

﴿وَيَٰقَوْمِ مَا لِيٓ أَدْعُوكُمْ إِلَى ٱلنَّجَوٰةِ وَتَدْعُونَنِيٓ إِلَى ٱلنَّارِ﴾ [المؤمن:۴۱]

"اے میری قوم! یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں نجات (جنت) کی طرف بلا رہا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف لے جا رہے ہو"۔

(ب) دعا کا شرعی مفہوم: اصطلاح شریعت میں دعا کی تعریف علامہ ابن منظور نے اپنی کتاب "لسان العرب" میں ان الفاظ سے کی ہے:

(أ) "الدُّعَاءُ" : هُوَ الرَّغْبَةُ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ.

اسی سے ملتی جلتی ایک اور تعریف ان الفاظ کے ساتھ وارد ہے

(ب) الدُّعَاءُ : هُوَ تَعْظِيْمُ الرَّغْبَةِ إِلَى اللهِ فِيْ قَضَاءِ الْحَاجَاتِ الدُّنْيَوِيَّةِ وَالْأُخْرَوِيَّةِ بِغَايَةِ التَّذَلُّلِ وَالْخُشُوْعِ.

دعا یہ ہے کہ بندہ اپنی دنیوی واخروی حاجت براری کے لیے تمام تر عاجزی وخشوع کے ساتھ اللہ عزوجل کی طرف راغب ومتوجہ ہو۔

امام خطابی (شارح ابوداؤد) نے ''دعاء'' کی شرعی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

(ج) الدُّعَاءُ : هُوَ اسْتِدْعَاءُ الْعَبْدِ رَبَّهُ الْعِنَايَة، وَاسْتِمْدَادُهُ مِنْهُ الْمَعُوْنَةَ .

''کہ بندہ اپنے رب سے اس کی عنایتوں کا طلبگار رہو اور اسی سے مدد کا بھی طالب ہو، یہی دعا کا ماحصل ہے''۔

دعا کی فضیلت واہمیت:

دعا کی فضیلت یہ ہے کہ یہ نہ صرف حاجت طلبی کا ایک ذریعہ بلکہ عبادت الٰہی ہے جیسا کہ حدیث رسول میں ہے:

"عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ".(رواہ أبو داود بسند صحیح) کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک دعا عبادت ہے۔ (ابوداؤد:1479)

اسی بات کو قرآن کریم نے سورۂ غافر میں بیان فرمایا ہے۔

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾[غافر:۶۰]

''تمہارے رب نے فرمایا کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا جو لوگ تکبر میں آکر میری عبادت (یعنی دعا) سے منہ موڑتے ہیں وہ ذلیل وخوار ہو کر ضرور جہنم میں داخل ہوں گے''۔

دعا کی عظمت واہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے نبی برحق نے ایک اور حدیث میں فرمایا جسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَمَ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى مِنْ الدُّعَاءِ"(رواہ الترمذی بسند حسن)

''کہ اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ عظمت والا کوئی عمل نہیں''۔(ترمذی:3370)

بلکہ دعا کا مقام ومرتبہ بارگاہ رب العزت میں تو یہ ہے کہ دعا میں کوتاہی برتنے والے سے اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہوتا جیسا کہ امام ترمذی نے روایت کیا ہے:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ لَمْ يَسْأَلِ اللَّهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ".(رواہ الترمذی بسند حسن)

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے۔(ترمذی:3373)

یہی وجہ ہے کہ جب سیرت النبی ﷺ پر ہم اپنی نظر ڈالتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا کوئی لمحہ اور کوئی گھڑی ایسی نہیں جو دعا سے خالی گزری ہو بلکہ آپ کے شب وروز کے معمولات تو دعاؤں ہی سے عبارت ہیں۔

- سونے جاگنے کی دعا
- گھر سے نکلنے اور گھر میں داخل ہونے کی دعا
- مسجد میں جانے اور پھر باہر آنے کی دعا
- کھانے اور پینے کی دعا
- مریض کی تیمارداری کی دعا
- زیارت قبور کی دعا
- سفر پر روانگی اور پھر واپسی کی دعا
- چاند دیکھنے کی دعا

-نیا لباس پہننے کی دعا

-تعزیت کی دعا

الغرض، قرآن کریم اور کتب احادیث میں اذکار اور دعاؤں کی تعداد بے شمار ہے ایک محتاط اندازے کے مطابق صحیح احادیث سے ثابت شدہ دعاؤں کی تعداد سات سو کے لگ بھگ ہے جس سے ایک عاقل انسان دعا کی عظمت واہمیت اور انسانی زندگی کے مختلف موڑ پر اس کی ضرورت کا بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے۔

نبی آخر الزماں سے پہلے بھیجے گئے انبیاء و رسل کی سیرت و سوانح کا مطالعہ کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کے یہاں بھی دعاؤں کا غیر معمولی اہتمام تھا چنانچہ قرآن مجید نے ہمارے سامنے انبیاء سابقین کی بہت سی مثالیں پیش کی ہیں کہ انہوں نے اپنی مصیبت و پریشانی کے وقت صرف اللہ کو پکارا اور اللہ نے ان کی فریادسنی اور مصیبت کو دور فرما دیا۔

چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے نبی بلکہ سب سے پہلے انسان، جب وہ اللہ کے حکم پر پورا نہ اتر سکے تو اللہ نے انہیں معافی واستغفار کے لیے یہ دعا سکھلائی:

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَآ أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلْخَـٰسِرِينَ﴾ [الاعراف:۲۳]

حضرت یونس علیہ السلام قرعہ اندازی کے بعد جب سمندر میں ڈال دیے گئے اور بحکم الٰہی مچھلی نے انہیں نگل لیا اس وقت یونس علیہ السلام نے اللہ ہی کو پکارا اور اسی سے دعا مانگی، جیسا کہ سورۂ انبیاء میں مذکور ہے:

﴿فَنَادَىٰ فِى ٱلظُّلُمَـٰتِ أَن لَّآ إِلَـٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبْحَـٰنَكَ إِنِّى كُنتُ مِنَ ٱلظَّـٰلِمِينَ ﴿٨٧﴾ فَٱسْتَجَبْنَا لَهُۥ وَنَجَّيْنَـٰهُ مِنَ ٱلْغَمِّ ۚ وَكَذَٰلِكَ نُـۨجِى ٱلْمُؤْمِنِينَ﴾ [الانبیاء:۸۷-۸۸]

''یونس نے ہمیں تاریکیوں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیری ذات پاک ہے، بے شک میں قصوروار ہوں تب ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں غم سے نجات بخشی مومنوں کو ہم اسی طرح بچا لیا کرتے ہیں''۔

سورۃ الصافات میں اللہ نے حضرت یونس علیہ السلام پر اپنے رحم و کرم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

﴿فَلَوْلَآ أَنَّهُۥ كَانَ مِنَ ٱلْمُسَبِّحِينَ ﴿١٤٣﴾ لَلَبِثَ فِى بَطْنِهِۦٓ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾ [الصافات:۱۴۳-۱۴۴]

''کہ اگر یونس میری پاکی بیان کرنے والے نہ ہوتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ہی رہتے''۔

حضرت ایوب علیہ السلام طویل عرصہ بیماری میں مبتلا رہے پر اللہ ہی کو مشکل کشا سمجھ کر اسی کی دہائی دیتے رہے اور اسی سے گریہ وزاری کرتے رہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُۥٓ أَنِّى مَسَّنِىَ ٱلضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ ٱلرَّٰحِمِينَ﴾ [الانبیاء:۸۳]

''اور ایوب نے جب اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب مجھے بیماری لگ گئی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے''۔

تو اللہ نے ایوب کی دعا قبول فرمائی اور صحت سے نوازا۔

گویا جب تمام سہارے ٹوٹ چکے ہوں، انسان کو امید کی کوئی کرن دکھائی نہ دیتی ہو، ظاہری اسباب ووسائل ناکام ہو چکے ہوں، قریب ترین اعزہ واقارب نے بھی ہاتھ سمیٹ لیے ہوں ایسے وقت میں بھی انسان کے لیے ایک سہارا باقی رہتا ہے جہاں

انسان اپنے دکھ درد کی داستان اپنے زخمی اور ٹوٹے ہوئے دل کا حال، جب اور جس وقت چاہے بیان کرسکتا ہے، اور وہ ہے رب ذوالجلال کا آسرا۔

گویا دعا نہ صرف ایک عبادت بلکہ اس پر پیچ زندگی کے میدان میں پیش آنے والے مسائل سے نمٹنے کے لیے ایک ایسا قابل اعتماد ہتھیار بھی ہے جس کے ٹوٹنے یا غائب ہونے کا کوئی خوف یا اندیشہ نہیں۔

دعا کے آداب:

ادب اور سلیقہ مندی ایک ایسا ہنر ہے کہ جہاں بھی اس کا مظاہرہ ہو بہترین نتائج سامنے آتے ہیں۔ یہ ادب اور سلیقہ اگر بچے کی توتلی زبان میں ہو تو شفقت پدری جوش مارنے لگتی ہے اور ماں کی ممتا نچھاور ہو جاتی ہے، شاگرد کی زبان میں ہو تو استاد کی پدرانہ شفقتیں اسے اپنے آغوش میں لے لیتی ہے، سائل کی زبان میں ہو تو صاحب زر و مال کی نوازشیں بڑھ جاتی ہیں، رعایا کی زبان میں ہو تو بادشاہوں کی داد و دہش کا سماں بندھ جاتا ہے۔ یہی سلیقہ و ادب اگر بندے کی زبان میں ہو تو رب کی بندہ نوازی اسے ڈھانپ لیتی ہے۔

تو آیئے اپنے رب سے مانگنے کا سلیقہ کیا ہے؟ دعا کے آداب کیا ہیں؟ اسے اللہ کے قرآن اور نبی کے فرمان کی روشنی میں جاننے اور سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ رب رحمان ورحیم سے اپنی مرادیں پا سکیں۔

آداب دعا کے ضمن میں چند باتیں کتاب وسنت میں مذکور ہیں جن میں سے ایک چیز ہے:

۱۔ استقبال قبلہ: جس کا مطلب ہے کہ انسان دعا کرتے وقت اپنا رخ قبلہ کی طرف کر لے تو بہتر ہے جیسا کہ امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ نَظَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُشْرِكِينَ وَهُمْ أَلْفٌ، وَأَصْحَابُهُ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَتِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلًا، فَاسْتَقْبَلَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقِبْلَةَ، ثُمَّ مَدَّ يَدَيْهِ، فَجَعَلَ يَهْتِفُ بِرَبِّهِ ....الخ۔(رواہ مسلم)

''حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ بدر کے روز رسول اللہ نے مشرکین مکہ پر ایک نظر ڈالی ان کی تعداد ایک ہزار تھی جبکہ آپ کے صحابہ کی تعداد تین سو انیس تھی، رسول اللہ نے قبلہ کی طرف رخ کیا اور اپنے ہاتھ اللہ کے حضور پھیلا دیے اور پکار کر دعا کرنے لگے۔(صحیح مسلم:1763)

۲۔ دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا: دعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ بندہ اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہاتھ اٹھائے بغیر بھی دعا کرنا جائز ہے لیکن اس عمل کے لیے ہاتھ اٹھانا مستحب بلکہ مسنون عمل ہے جیسا کہ حدیث رسول ﷺ سے ثابت ہے۔

"عَنْ سَلْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيمٌ، يَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِهِ أَنْ يَرْفَعَ إِلَيْهِ يَدَيْهِ، فَيَرُدَّهُمَا صِفْرًا، - أَوْ قَالَ: خَائِبَتَيْنِ-" (رواہ ابن ماجۃ بسند صحیح)

'' سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا تمہارا رب بڑا حیا کرنے والا اور سخی ہے جب بندہ اس کے حضور

ہاتھ اٹھاتا ہے تو انہیں خالی لوٹاتے ہوئے اسے شرم آتی ہے۔(ابن ماجہ:3865)

۳۔دعا کے شروع میں اللہ تعالی کی حمد وثنا بیان کرنا اور نبی اکرم پر درود بھیجنا: اسی طرح دعا کے آداب میں سے ایک بہت ہی قابل اعتناء امر یہ ہے کہ دعا کے شروع میں اللہ رب العزت کی حمد وثنا بیان کی جائے اور رسول اکرم پر درود بھیجا جائے جیسا کہ امام ترمذی نے فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ: ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ایک آدمی مسجد میں داخل ہوئے نماز پڑھی اور دعا مانگنے لگے، یا اللہ مجھے معاف فرما مجھ پر رحم کر، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عَجِلْتَ أَيُّهَا الْمُصَلِّي إِذَا صَلَّيْتَ فَقَعَدْتَ فَاحْمَدِ اللَّهَ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ وَصَلِّ عَلَيَّ ثُمَّ ادْعُهُ". (رواہ الترمذی بسند صحیح)

''اے نمازی تو نے دعا مانگنے میں جلدی کی جب نماز پڑھ چکو اور دعا کے لیے بیٹھو تو پہلے اللہ کی شایان شان حمد وثنا کرو پھر مجھ پر درود بھیجو پھر اپنے لیے دعا کرو''۔(ترمذی:3476)

۴۔ دعا پوری توجہ اور یکسوئی سے کرنا: دعا کے آداب میں یہ بھی شامل ہے کہ بندہ جب کچھ طلب کرنا چاہے تو اللہ سے حاجت براری کی امید رکھتے ہوئے یکسوئی کے ساتھ اپنی تمام تر توجہ اللہ تعالی کی طرف کردے حدیث میں مذکور ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْعُوا اللَّهَ وَأَنْتُمْ مُوقِنُونَ بِالْإِجَابَةِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَجِيبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ. (رواہ الترمذی بسند حسن)

''کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی سے قبولیت کے مکمل یقین کے ساتھ دعا کرو اور یاد رکھو اللہ تعالی غافل اور لاپرواہ بے دھیان دل کی دعا قبول نہیں کرتا۔(ترمذی:3479)

۵۔ خاص خاص مواقع پر دعا کے الفاظ تین تین بار دھرانا: آداب دعا کے ضمن میں یہ بات بھی ملتی ہے کہ بندہ جب کوئی خاص چیز اللہ سے طلب کرنا چاہے تو اس کی اہمیت کے پیش نظر مطلوبہ چیز کو تین بار دہرائے جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ سَأَلَ الْجَنَّةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ الْجَنَّةُ اللَّهُمَّ أَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَمَنِ اسْتَجَارَ مِنَ النَّارِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ النَّارُ اللَّهُمَّ أَجِرْهُ مِنَ النَّارِ". (رواہ ابن ماجہ بسند صحیح)

''کہ جو شخص اللہ سے تین مرتبہ جنت مانگے اس کے حق میں جنت کہتی ہے، یا اللہ! اسے جنت میں داخل فرما، اور جو شخص تین مرتبہ آگ سے پناہ مانگے اس کے حق میں آگ کہتی ہے، یا اللہ اسے آگ سے بچالے''۔(ابن ماجہ:4340)

یہ ہیں اللہ سے لو لگانے کے وہ آداب کہ رب سے مانگنے والا اگر ان باتوں کا اہتمام کرلے تو امید ہے کہ اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوگا اور ہم اپنی مراد پاسکیں گے۔

آخر میں اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمیں اچھے اخلاق وآداب کا پیکر بنائے اور صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھے۔(آمین)

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

بے نمازی کی نمازِ جنازہ کا حکم

● ڈاکٹر فاروق عبداللہ نراین پوری (استاد جامعہ اسلامیہ نور باغ، کوسہ، ممبرا)

اسلام میں شہادتین کے اقرار کے بعد سب سے زیادہ اہمیت نماز کی ہے۔ اسلام میں یہ تصور نہیں کہ کوئی مسلمان بے نمازی ہوسکتا ہے، حتی کہ منافقین بھی نماز ادا کرتے تھے تاکہ مسلمانوں کی لسٹ میں نام باقی رہے، اور کسی کو ان کے منافق ہونے کا شبہہ نہ ہو۔ قرون اولی میں مسلمانوں میں دوسری بعض برائیوں کا تو تذکرہ ملتا ہے لیکن عموما نماز چھوڑنے کا نہیں۔

کتاب وسنت کے بے شمار نصوص بے نمازی کے کفر پر دلالت کرتے ہیں، حالانکہ اس بارے میں علما کا اختلاف رہا ہے کہ اس سے کفر اکبر مراد ہے یا کفر اصغر۔ راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایسا شخص جس نے اپنی زندگی میں کبھی نماز ادا نہیں کی وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے، واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مجوسی ابولؤلؤۃ نے خنجر مارا تو آپ اپنی نماز پوری نہ کر سکے، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی امامت کی، اور صحابہ کرام نماز سے فارغ ہوئے۔ جب عمر رضی اللہ عنہ کو ہوش میں لایا گیا اور نماز کے بارے میں کہا گیا تو ان کا جواب تھا

"نَعَمْ، وَلاَ حَظَّ فِي الإِسْلاَمِ لِمَنْ تَرَكَ الصَّلاَةَ"

''ہاں، اس شخص کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں جو نماز چھوڑ دے''،

پھر آپ نے اس حالت میں نماز پڑھی کہ زخم سے تیزی سے خون بہ رہا تھا۔ [موطا امام مالک، حدیث نمبر 101]

یہی بات دوسرے صحابہ کرام بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **"العَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلاَةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ"**.[رواہ أحمد (5/ 346) والترمذی (2623) وابن ماجہ (1079) وغیرہم، وقال الشیخ الألبانی فی تعلیقہ علی کتاب الایمان لابن أبی شیبۃ (ص 15): "إسنادہ صحیح علی شرط مسلم"]

''ہمارے اور ان کے یعنی کفار ومشرکین کے۔ درمیان فرق کی چیز نماز ہے، جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا''۔

مشہور تابعی عبد اللہ بن شقیق العقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"كان أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم لا يرون شيئا من الأعمال تركه كفر غير الصلاة".

[سنن الترمذی، حدیث نمبر 2622]

''صحابہ کرام نماز کے علاوہ اور کوئی دوسرا عمل ایسا نہیں تھا جسے چھوڑنے کو کفر سمجھتے تھے''۔

بظاہر اس میں انھوں نے تارک صلاۃ کے کفر پر صحابہ کرام کا اجماع نقل کیا ہے۔

لیکن کیا اس سے مطلق نماز چھوڑنے والا مراد ہے؟ یا وہ بھی

اس میں شامل ہے جو کبھی کبھی نماز پڑھتا ہے اور کبھی چھوڑتا بھی ہے؟

اس بارے میں علما کے مابین اختلاف ہے۔

راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شخص کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں سمجھا جائے گا جو کبھی نماز پڑھتا ہے اور کبھی چھوڑتا ہے، بلکہ وہ شرعی نقطہ نظر سے فاسق اور مرتکبِ کبیرہ ہے، گرچہ وہ بلا شبہ بہت ہی سنگین جرم کا مرتکب ہے، لیکن کافر نہیں۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

عموما جو حضرات ایسے شخص کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں وہ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کی کتاب "حکم تارک الصلاۃ" کا حوالہ دیتے ہیں جیسے کہ کئی حضرات سے اس مسئلہ پر بات کرنے کے بعد احساس ہوا، حالانکہ خود شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے اپنے کئی دروس میں اس پر تنبیہ کی ہے کہ ترک صلاۃ گرچہ کفر ہے لیکن کبھی کبھی نماز پڑھنے والا اور کبھی کبھی چھوڑنے والا کافر نہیں۔

آپ سے سوال کیا گیا کہ ایسا شخص جو کبھی نماز پڑھتا ہے اور کبھی چھوڑتا بھی ہے تو کیا ایسا شخص کافر ہے؟

آپ نے جواب دیا کہ ایسے شخص کو کافر نہیں کہا جائے گا۔

آپ کے الفاظ یہ ہیں: **"الذي يظهر لي أنه لا يكفر إلا بالترك المطلق بحيث لا يصلي أبداً، وأما من يصلي أحياناً فإنه لا يكفر لقول الرسول، عليه الصلاة والسلام: "بين الرجل وبين الشرك والكفر ترك الصلاة. ولم يقل ترك صلاة، بل قال: "ترك الصلاة". وهذا يقتضي أن يكون الترك المطلق، وكذلك قال:" العهد الذي بيننا وبينهم الصلاة فمن تركها -أي الصلاة - فقد كفر" وبناء على هذا نقول: إن الذي يصلي أحياناً ليس بكافر".**(مجموع فتاوی ورسائل العثیمین (12/ 55-56)

''مجھے لگ رہا ہے جب تک مطلقاً نماز ترک نہ کرے یعنی کہ کبھی نماز پڑھتا ہی نہ ہو تب تک کافر نہیں ہوگا۔ البتہ وہ شخص جو کبھی نماز پڑھتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے وہ کافر نہیں ہوگا: آدمی اور شرک وکفر کے مابین حد فاصل نماز کا ترک کرنا ہے، یہ نہیں کہا کہ "ایک نماز" کا ترک کرنا ہے، بلکہ کہا: "نماز کا ترک کرنا ہے"۔ یہ لفظ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ مطلقاً نماز ترک کردے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہمارے اور منافقوں کے درمیان جو (فرق کرنے والا) عہد ہے، وہ نماز ہے، تو جو اسے چھوڑ دے گا، کافر ہو جائے گا"۔ اس بنا پر ہم کہتے ہیں: جو شخص کبھی نماز پڑھتا ہے وہ کافر نہیں''۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کا مذکورہ کلام تارک صلاۃ کے مسئلہ کو سمجھنے کے لئے نہایت ہی اہم ہے۔ تارک صلاۃ کے کفر پر صحابہ کرام کا اجماع ہے لیکن کسے تارک صلاۃ کہا جائے اس بارے میں اختلاف ہے۔ خود شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ تارک صلاۃ کے کفر کے قائل ہیں لیکن شیخ نے خود اس کی بہترین توضیح کی ہے کہ کسے تارک صلاۃ کہا جائے اور کسے نہیں۔

اب آتے ہیں بے نمازی کی وفات کے بعد اس کے نماز جنازہ کے مسئلہ پر:

کسی بھی مسلمان کی نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔اگر تمام لوگ ترک کردیں توسبھی گنہگار ہوں گے۔اورابھی بیان کیا گیا کہ اگر کوئی کبھی نماز پڑھتا ہے، کبھی چھوڑتا ہے تو ایسا شخص کافر نہیں، مسلمان ہی ہےلیکن بہت بڑا فاسق ہے۔اورکوئی گرچہ سخت فاسق ہولیکن جب تک مسلمان ہےاس پر جنازہ کی نماز پڑھنا فرض کفایہ ہے۔اگر تمام لوگ ترک کردیں توسبھی گنہگار ہوں گے۔

ہاں البتہ جس طرح دوسرے بعض گناہوں کے متعلق آیا ہے کہ معاشرہ کے معزز ونیک لوگ شرکت نہ کریں بلکہ عام لوگ جنازہ پڑھ لیں اسی طرح بے نمازی کے ساتھ سلوک کیا جائے تو کوئی حرج نہیں، بلکہ ایسا کرنا چاہئے تاکہ دوسروں کے لئے نشان عبرت بنے۔

البتہ یہ ضرور دھیان رکھنا چاہئے کہ یہ ایک تادیبی کاروائی ہے، کہیں اس کاروائی سے اس سے بڑا کوئی فتنہ نہ جنم لے لے، اور نہ معاشرہ کا امن وامان تباہ وبرباد ہوجائے۔اس لئے معاشرہ کے سرکردہ لوگوں کو اتفاق رائے سے ایسی کوئی کاروائی کرنی چاہئے۔

ایک ضروری تنبیہ:

تارک صلاۃ پر کفر کا حکم یہ "حکم عام" ہے۔اس سے کسی ایسے معین شخص کو جو کلمہ "لا الہ الا اللہ" کا اقرار کرتا ہو بالتعیین کافر کہنا صحیح نہیں، یہاں تک کہ اس پر حجت قائم ہوجائے، تکفیر کے تمام شروط پائے جائیں اور کوئی چیز مانع نہ ہو۔

نیز بالتعیین تکفیر یہ کسی بھی ایرے غیرے اور طلبہ علم کا کام نہیں ہے، بلکہ یہ علمائے راسخین کا کام ہے جن کے علم کی گواہیاں دی جاتی ہیں۔

افسوس کہ بعض مقررین وواعظین اس طرح کی تکفیر میں بہت آگے ہوتے ہیں، اور کسی بھی ایسے شخص پر جو پنجوقتہ نماز کا اہتمام نہیں کرتے کفر کے فتوے لگاتے پھرتے ہیں، بلکہ احکام کفر کی تطبیق دینے کی دعوت دیتے ہیں، مثلا بالتعیین ان کا ذبیحہ حرام سمجھتے ہیں، ان سے کفار جیسا تعامل کرتے ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک یہ مسلمان نہیں۔

یقینا اتمام حجت سے قبل اس طرح کی بالتعیین تکفیر سلف صالحین کا منہج نہیں، بلکہ خوارج کا طریقہ ہے۔

جہمیہ جو اللہ رب العالمین کے عرش پر مستوی ہونے کا انکار کرتے تھے ان سے مناظرہ کرتے ہوئے شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے تھے: **"أنا لو وافقتكم كنت كافرًا لأني أعلم أن قولكم كفر وأنتم عندي لا تكفرون لأنكم جهال"**۔[الرد علی البکری:2/494)]

''اگر میں تمہاری موافقت کروں تو کافر ہوجاؤں گا اس لیے کہ مجھے معلوم ہے کہ تمھارا یہ قول کفریہ قول ہے لیکن باوجود اس کے تم میرے نزدیک کافر نہیں کیونکہ تم سب جاہل ہو''۔

پتہ چلا کہ صرف کفریہ عقیدے یا عمل کے پائے جانے سے لازم نہیں آتا کہ یہ عقیدہ رکھنے والا یا عمل کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو ہی چکا ہے، بلکہ کسی کو بالتعیین دائرہ اسلام سے خارج کرنے کے اصول وضوابط ہیں جنھیں علماء نے "ضوابط التکفیر" کے مسئلہ میں بالتفصیل بیان کیا ہے۔

۞ ۞ ۞

تنبیہات وارشادات

فقہ کتاب وسنت کی سمجھ کا نام ہے

● تحریر: علامہ عبدالمحسن بن حمد العباد البدر رحفظہ اللہ ● ترجمہ: شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی (داعی وباحث صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی)

فقہ فی الدین کے معنی اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کو سمجھنے اور ان دونوں سے احکام مستنبط کرنے کے ہیں۔ رہا اللہ کی کتاب کا فہم تو صحیح بخاری میں ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، بیان کرتے ہیں کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

”هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ مِنَ الْوَحْيِ إِلَّا مَا فِي كِتَابِ اللَّهِ، قَالَ: وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ مَا أَعْلَمُهُ إِلَّا فَهْمًا يُعْطِيهِ اللَّهُ رَجُلًا فِي الْقُرْآنِ، وَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ، قُلْتُ: وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ؟ قَالَ: الْعَقْلُ وَفَكَاكُ الْأَسِيرِ، وأن لا يقتل مسلم بكافر“. (صحیح بخاری، حدیث: ۳۰۴۷)

”کیا آپ کے پاس کتاب اللہ کے علاوہ بھی وحی کا کچھ حصہ ہے؟ فرمایا: نہیں، اس اللہ کی قسم جس نے دانہ کو چیرا اور ذی روح کو پیدا فرمایا! میں اس کے سوا کچھ بھی نہیں جانتا سوائے قرآن کی اس فہم کے جسے اللہ تعالیٰ کسی کو عطا فرماتا ہے اور جو کچھ اس صحیفہ میں ہے، میں نے دریافت کیا: اس صحیفہ میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: دیت، غلام (قیدی) کی آزادی اور رہائی اور یہ کہ کسی مسلمان کو کافر کے بدلہ قتل نہ کیا جائے“۔

کتاب اللہ میں علی رضی اللہ عنہ کے فہم کی مثالوں میں سے سورۂ بقرہ، سورۂ لقمان اور سورۂ احقاف کی آیتوں سے آپ کا یہ استنباط بھی ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے، علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ سورۂ احقاف کی آیت کریمہ: ﴿وَحَمۡلُهُۥ وَفِصَٰلُهُۥ ثَلَٰثُونَ شَهۡرًا﴾ [الاحقاف: ۱۵] (اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ اور سورۂ لقمان کی آیت: ﴿وَفِصَٰلُهُۥ فِي عَامَيۡنِ﴾ [لقمان: ۱۴] (اور اس کا دودھ چھڑانا دو سالوں میں ہوگا) نیز فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَٱلۡوَٰلِدَٰتُ يُرۡضِعۡنَ أَوۡلَٰدَهُنَّ حَوۡلَيۡنِ كَامِلَيۡنِۖ لِمَنۡ أَرَادَ أَن يُتِمَّ ٱلرَّضَاعَةَ﴾ [البقرة: ۲۳۳] (اور مائیں اپنے بچوں کو مکمل دو سال دودھ پلائیں اس کے لئے جو رضاعت مکمل کرنا چاہے) کے مجموعہ سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے، یہ ایک پائیدار اور صحیح استنباط ہے، عثمان اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے اس مسئلہ میں ان کی موافقت فرمائی ہے“۔

اور کتاب اللہ میں فہم کے قبیل سے ہمارے استاذ گرامی شیخ محمد الامین شنقیطی رحمہ اللہ کا فرمان باری: ﴿ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ ۝٦ صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ﴾ [فاتحہ: ۶-۷] (ہمیں سیدھی راہ یعنی جن پر تو نے انعام کیا ہے ان کے راہ کی رہنمائی فرما) سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کی صحت پر استدلال کرنا بھی ہے۔

شیخ رحمہ اللہ ”اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن“ (۱/۳۶) میں رقمطراز ہیں: ”اس آیت کریمہ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کی صحت کا مسئلہ مستنبط ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (سات بار بار دہرائی جانے والی آیات اور قرآن عظیم یعنی) سورۂ فاتحہ میں جن لوگوں کے راستہ کی ہدایت کی دعا مانگنے کا ہمیں حکم دیا ہے وہ ان لوگوں میں شامل ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ان کا

راستہ ہی صراط مستقیم ہے، جیسا کہ درج ذیل فرمان باری میں ہے:

﴿ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ ۝٦ صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ﴾ (ہمیں سیدھی راہ یعنی اپنے انعام یافتگان کے راستہ کی رہنمائی فرما)۔

اوراللہ عزوجل نے اپنے انعام یافتگان کو بیان فرمایا ہے اور ان میں صدیقین کا بھی ذکر کیا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صدیقین میں سے ہیں، اس سے واضح ہوا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ عزوجل کے ان انعام یافتگان میں شامل ہیں جن کے راستہ کی ہدایت کی دعا کرنے کا اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے، لہٰذا اب کوئی شک وشبہ باقی نہ رہا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صراط مستقیم پر گامزن ہیں اور آپ کی امامت (خلافت) حق ہے''۔[1]

[1] (اس سے آپ کا اشارہ درج ذیل آیت کریمہ کی طرف ہے:﴿وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ فَأُوْلَٰٓئِكَ مَعَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمَ ٱللَّهُ عَلَيۡهِم مِّنَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلصِّدِّيقِينَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَٱلصَّٰلِحِينَۚ وَحَسُنَ أُوْلَٰٓئِكَ رَفِيقٗا﴾[النساء:٦٩]

''اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، جیسے انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین، اور یہ بہترین رفیق ہیں''۔(از: مترجم)

محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ کی کتاب ''اضواء البیان'' کتاب اللہ میں فہم کی بیشمار مثالوں سے بھری ہوئی ہے۔

اور کتاب اللہ میں فہم کی مثالوں میں سے فرمان باری تعالیٰ:

﴿إِذَا جَآءَ نَصۡرُ ٱللَّهِ وَٱلۡفَتۡحُ ۝١ وَرَأَيۡتَ ٱلنَّاسَ يَدۡخُلُونَ فِي دِينِ ٱللَّهِ أَفۡوَاجٗا ۝٢ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَٱسۡتَغۡفِرۡهُۚ إِنَّهُۥ كَانَ تَوَّابَۢا﴾

''جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے، اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ جوق درجوق اللہ کے دین میں آرہے ہیں تو حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح خوانی کیجئے اور اس سے مغفرت کی دعا کیجئے، بیشک وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا ہے''[النصر]۔

سے عمر اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت کی قربت کو سمجھنا بھی ہے، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح (حدیث: ۴۲۹۴) میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

"كَانَ عُمَرُ يُدْخِلُنِي مَعَ أَشْيَاخِ بَدْرٍ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لِمَ تُدْخِلُ هَذَا الْفَتَى مَعَنَا وَلَنَا أَبْنَاءٌ مِثْلُهُ؟ فَقَالَ: إِنَّهُ مِمَّنْ قَدْ عَلِمْتُمْ، قَالَ: فَدَعَاهُمْ ذَاتَ يَوْمٍ وَدَعَانِي مَعَهُمْ، قَالَ: وَمَا رُئِيتُهُ دَعَانِي يَوْمَئِذٍ إِلَّا لِيُرِيَهُمْ مِنِّي، فَقَالَ: مَا تَقُولُونَ فِي: ﴿إِذَا جَآءَ نَصۡرُ ٱللَّهِ وَٱلۡفَتۡحُ ۝١ وَرَأَيۡتَ ٱلنَّاسَ يَدۡخُلُونَ فِي دِينِ ٱللَّهِ أَفۡوَاجٗا﴾[النصر آية:١-٢؟] **حَتَّى خَتَمَ السُّورَةَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: أُمِرْنَا أَنْ نَحْمَدَ اللَّهَ وَنَسْتَغْفِرَهُ إِذَا نُصِرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا نَدْرِي وَلَمْ يَقُلْ بَعْضُهُمْ شَيْئًا، فَقَالَ لِي: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، أَكَذَاكَ تَقُولُ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَمَا تَقُولُ؟ قُلْتُ: هُوَ أَجَلُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَعْلَمَهُ اللَّهُ لَهُ** ﴿إِذَا جَآءَ نَصۡرُ ٱللَّهِ وَٱلۡفَتۡحُ﴾[النصر آية:١] **فَتْحُ مَكَّةَ، فَذَاكَ عَلَامَةُ أَجَلِكَ** ﴿فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَٱسۡتَغۡفِرۡهُۚ إِنَّهُۥ كَانَ تَوَّابَۢا﴾[النصر آية:٣]، **قَالَ عُمَرُ: مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَعْلَمُ".**

''عمر رضی اللہ عنہ مجھے بدر کے بزرگوں کی مجلس میں بلایا کرتے تھے، تو بعض لوگوں نے اعتراض کرتے ہوئے کہا: آپ اس بچے کو ہمارے درمیان کیوں لاتے ہیں، جبکہ اس کے ہم عمر بچے تو ہمارے پاس بھی ہیں؟ انھوں نے فرمایا: یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کا مقام ومرتبہ تم اچھی طرح جانتے ہو، چنانچہ ایک دن

انھوں نے ان لوگوں کو بلایا اور ان کے ساتھ مجھے بھی بلایا' فرماتے ہیں: میرا خیال ہے کہ اس دن انھوں نے مجھے محض اسی غرض سے بلایا تھا تاکہ انہیں میرا مقام بتلائیں، چنانچہ انھوں نے ان سے پوچھا:﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ ۞ وَرَأَيْتَ ٱلنَّاسَ يَدْخُلُونَ فِى دِينِ ٱللَّهِ أَفْوَاجًا﴾ (پوری سورت ختم کی) کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ بعض لوگوں نے جواب دیا، ہمیں حکم دیا جارہا ہے کہ جم ہماری مدد ہو اور فتح وکامرانی عطا ہو تو ہم اللہ کی حمد اور اس سے استغفار کریں، اور بعض لوگوں نے کہا: ہمیں معلوم نہیں، اور بعض لوگوں نے خاموشی اختیار کی، عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا: ابن عباس! کیا تم بھی یہی کہتے ہو؟ میں نے کہا: نہیں، فرمایا: پھر کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا: اس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی طرف اشارہ ہے، اللہ نے آپ کو اس کی اطلاع دی ہے ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ﴾ (جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے)، فتح سے مراد فتح مکہ ہے، جو آپ کے قرب اجل کی علامت ہے، ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَٱسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ تَوَّابًۢا﴾ (تو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کیجئے اور اس سے استغفار کیجئے بیشک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آیت کریمہ کے بارے میں میں بھی وہی جانتا ہوں جو تم جانتے ہو''۔

تفسیر کی جن کتابوں میں قرآن کریم سے احکام مستنبط کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے ان میں سے امام ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی رحمہ اللہ متوفی (۶۷۱ھ) کی کتاب ''الجامع لاحکام القرآن'' بھی ہے۔

قابل تنبیہ بات یہ ہے کہ ان کے یہاں اللہ عزوجل کے صفات میں خلط ملط اور گڈمڈ ہے جو سورۂ اعراف کی آیت کریمہ:

﴿ثُمَّ ٱسْتَوَىٰ عَلَى ٱلْعَرْشِ﴾ [الفرقان:۵۹]

''پھر اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا''۔

کی تفسیر میں ذکر کردہ ان کی گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے۔

رہا سنت رسول میں فہم کا معاملہ تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحیح یا حسن طور پر ثابت احادیث سے شرعی احکام مستنبط کرنا ہے، صرف ضعیف احادیث سے مستنبط کردہ احکام پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، اعتماد صرف انہی احادیث سے اخذ کردہ احکام پر کیا جائے گا جن کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ثابت اور صحیح ہو، اور یہ صرف صحیح اور حسن احادیث ہیں۔

حدیث رسول سے دقیق استنباط کی مثالوں میں سے صحیح بخاری میں قائم کردہ امام بخاری رحمہ اللہ کے تراجم ابواب ہیں جو عجیب وغریب اور دقیق فہم واستنباط پر مشتمل ہیں جس نے ان کی کتاب کو روایت ودرایت کی جامع کتاب بنادیا ہے، جس میں انھوں نے حدیث وفقہ کو جمع کردیا ہے، بطور مثال یہ باب ملاحظہ کیجئے:

"باب صب النبي ﷺ وضوء ہ علی مغمی علیه".

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدہوش شخص پر اپنے وضو کا پانی انڈیلنا)

اور اس باب کے تحت آپ نے جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر فرمائی ہے، فرماتے ہیں:

"جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَعُودُنِي وَأَنَا مَرِيضٌ لَا أَعْقِلُ،" فَتَوَضَّأَ وَصَبَّ عَلَيَّ مِنْ وَضُوئِهِ". فَعَقَلْتُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لِمَنِ الْمِيرَاثُ؟ إِنَّمَا يَرِثُنِي كَلَالَةٌ، فَنَزَلَتْ آيَةُ الْفَرَائِضِ". (صحیح بخاری، حدیث: ۱۹۴)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے دراں حالیکہ میں مریض تھا، کچھ سمجھتا نہ تھا، آپ وضو کیا اور اپنے وضو کا بچا ہوا پانی مجھ پر انڈیل دیا، مجھے ہوش آیا اور میں سمجھنے لگا، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میراث کسے ملے گی؟ میرے

وارثین کلالہ (یعنی باپ اور بیٹے کے علاوہ) ہیں، اس پر فرائض کی آیت کریمہ نازل ہوئی''۔

چنانچہ باب کے عنوان میں امام بخاری رحمہ اللہ کا ''نبی کریم ﷺ کا مدہوش شخص پر اپنے وضو کا پانی انڈیلنا'' سے تعبیر کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے، اسی لئے آپ نے ''امام یا عالم یا بڑے یا زائر کا مدہوش شخص پر اپنے وضو کا پانی انڈیلنا'' نہیں کہا۔

اسی طرح یہ ترجمۃ الباب بھی ہے:

"باب إذا استأجر أجيرا ليعمل له بعد ثلاثة أيام أو بعد شهر أو بعد سنة جاز، وهما على شرطهما الذي اشترطاه إذا جاء الأجل"۔

''اس بات کا بیان کہ اگر کوئی شخص کسی کو مزدوری پر رکھے کہ وہ تین دن یا ایک ماہ یا ایک سال کے بعد اس کا کام کرے گا تو ایسا کرنا جائز ہے، اور وقت مقررہ کے آنے پر دونوں اپنی طے کردہ شرط پر رہوں گے''۔

اس باب کے تحت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر فرمائی ہے، فرماتی ہیں: **"اسْتَأْجَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ رَجُلًا مِنْ بَنِي الدَّيْلِ هَادِيًا خِرِّيتًا وَهُوَ عَلَى دِينِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ، فَدَفَعَا إِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا وَوَاعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ بِرَاحِلَتَيْهِمَا صُبْحَ ثَلَاثٍ"**. (صحیح بخاری، حدیث: ۲۲۶۴)

''رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نے قبیلہ بنی دیل کے ایک ماہر راہگیر کو اجرت پر رکھا، وہ کفار قریش کے دین پر تھا، دونوں نے اپنی اپنی سواریاں اسے دیدیں اور تین راتوں کے بعد غار ثور پہنچنے کی میعاد متعین کی، چنانچہ وہ (شرط کے مطابق) تیسری رات کی صبح ان دونوں کی سواریاں لے کر حاضر خدمت ہوا''۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کی روشنی میں اس عنوان الباب سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ معاملہ کی تنفیذ کے وقت کا معاملہ طے کرنے کے وقت سے متاخر ہونا جائز ہے۔

اور سنت رسول میں فہم کے قبیل سے درج ذیل فرمان نبوی سے امام نسائی کا استنباط بھی ہے:

"لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي، لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ". (سنن نسائی، حدیث: ۷)۔

''اگر میں اپنی امت پر شاق اور دشوار نہ سمجھتا تو انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیدیتا''۔

چنانچہ اس حدیث کے عنوان الباب میں فرماتے ہیں:

"الرخصة في السواك بالعشي للصائم".

''روزہ دار کو دوپہر کے بعد (بھی) مسواک کرنے کی رخصت''۔

(زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک کا وقت "عشي" کہلاتا ہے)۔

مقصود یہ ہے کہ روزہ دار دن کے آخری حصہ میں مسواک کرسکتا ہے، کیونکہ صلاۃ عصر اسی میں ہوتی ہے، برخلاف ان لوگوں کے جو آخری پہر میں مسواک کی ممانعت کے قائل ہیں، کیونکہ وہ روزہ دار کے منہ کی بو کو زائل کردیتا ہے۔

علامہ سندی رحمہ اللہ نے اس استنباط کی بڑی تعریف فرمائی ہے، چنانچہ سنن نسائی کے حاشیہ میں فرماتے ہیں: ''یہ بات پوشیدہ نہیں کہ یہ مصنف کا بڑا دقیق استنباط اور ان کی عجیب وغریب بصیرت ہے، سبحان اللہ کتنی دقیق اور تیز فہم ہے!۔

دقیق فہم کی مثالوں میں سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وہ قول بھی ہے جو انھوں نے حدیث: **''الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ''** (صحیح بخاری، حدیث: ۱۰، وصحیح مسلم، حدیث: ۶۴)

''حقیقی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان

محفوظ رہیں''۔

کی شرح کرتے ہوئے فتح الباری (۱/ ۵۴) میں فرمایا ہے، فرماتے ہیں: ''خصوصیت کے ساتھ زبان کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ مافی الضمیر کی ادائیگی کرتی ہے اور اسی طرح ہاتھ کا ذکر بھی' کیونکہ اکثر کام اسی سے انجام پاتے ہیں، اور حدیث ہاتھ کے بالمقابل زبان کے سلسلہ میں زیادہ عام ہے، کیونکہ زبان کے لئے گذشتہ' موجودہ اور آئندہ سبھی زمانہ کے لوگوں کے سلسلہ میں گفتگو کرنا ممکن ہے، برخلاف ہاتھ کے، ہاں! البتہ ہاتھ تحریر کے ذریعہ اس باب میں زبان کے ساتھ شریک ہوسکتا ہے، اور اس صورت میں اس کا اثر بڑا عظیم ہوگا۔

اور اس حکم سے شرعاً مستحق مسلمان پر حدود قائم کرنے اور تعزیرات میں ہاتھ سے مارنا مستثنیٰ ہے، اور ''قول'' کے بجائے ''زبان'' کی تعبیر میں نکتہ پوشیدہ ہے، کیونکہ اس میں استہزاو مذاق کے طور پر زبان نکالنے (چڑھانے) والا بھی شامل ہوجاتا ہے، اسی طرح دیگر اعضا کو چھوڑ کر صرف ہاتھ کا ذکر کرنے میں بھی نکتہ ہے، وہ یہ کہ ایسی صورت میں ''معنوی ہاتھ'' جیسے ناحق غیر کے حق پر قبضہ جمانا اور ہتھیانا' بھی شامل ہوجاتا ہے''۔

شروح احادیث کی کتابوں میں احادیث سے مستنبط ہونے والے فقہی فوائد کے ذکر کرنے کا کم وبیش اہتمام کیا گیا ہے، اس سلسلہ کی اہم کتابوں میں سے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی تالیف صحیح بخاری کی شرح ''فتح الباری'' ہے، چنانچہ انھوں نے بریرہ رضی اللہ عنہا کی آزادی سے متعلق حدیث (صحیح بخاری، حدیث: ۲۵۶۳) کی شرح کرتے ہوئے اس سے خاصی تعداد میں فوائد مستنبط کئے ہیں، نیز فرماتے ہیں (فتح الباری، ۵/ ۱۹۴): ''ابن بطال فرماتے ہیں: بریرہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے لوگوں نے بہت سے فوائد مستنبط کئے ہیں، حتیٰ کہ بعض لوگوں نے ان کی تعداد سو تک پہنچائی ہے، ان میں سے اکثر فوائد کتاب النکاح میں آئیں گے، اور امام نووی فرماتے ہیں: اس سلسلہ میں امام ابن خزیمہ اور امام ابن جریر نے دو بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں اور ان میں بہ کثرت فوائد مستنبط کئے ہیں، چنانچہ دونوں صاحبان نے بہت سی چیزیں ذکر کی ہیں، میں کہتا ہوں: ابن خزیمہ کی تصنیف تو مجھے نہ مل سکی، البتہ ابن جریر کی گفتگو ان کی کتاب ''تہذیب الآثار'' میں مجھے ملی اور اللہ کی مدد سے جتنا ممکن ہوسکا میں نے اس کی تلخیص کی، بعض متاخرین نے حدیث بریرہ سے مستنبط فوائد کی تعداد چارسو تک پہنچائی ہے، جن میں سے اکثر فوائد بعید از قیاس اور تکلف سے پر ہیں، یہی معاملہ اس شخص کا بھی ہے جس نے رمضان (دن) میں بیوی سے مباشرت کرنے والے کی حدیث کے سلسلہ میں کتاب تالیف کی ہے اور اس سے ایک ہزار ایک (۱۰۰۱) فوائد مستنبط کئے ہیں''۔

نیز امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے انس رضی اللہ عنہ سے مروی ان کے بھائی ابوعمیر (جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: **''يا أبا عمير! مافعل النغير''** اے ابوعمیر! نغیر (ایک چڑیا) نے کیا کیا؟) کے قصہ سے متعلق حدیث (صحیح بخاری، حدیث: ۶۲۰۳) کی شرح میں بہت سے فوائد ذکر کئے ہیں، جن میں سے کچھ فوائد خود انہی کے مستنبط کردہ ہیں اور کچھ ابن القاص نے مستنبط کئے ہیں۔

فرماتے ہیں (فتح الباری، ۱۰/ ۵۸۴): اس حدیث میں بہت سے فوائد ہیں، فقیہ شافعی اور مختلف کتابوں کے مولف ابوالعباس احمد بن ابواحمد طبری معروف بہ ابن القاص نے اس حدیث کی شعبہ بروایت ابوالتیاح کی دوسندوں سے اور اسی طرح حمید بروایت انس اور محمد بن سیرین کی دوسندوں سے تخریج کی ہے' اور اس کے فوائد کو ایک مستقل رسالہ میں جمع کیا ہے' اور اس جگہ میں نے اس کی سندوں کو اکٹھا کیا ہے اور ان میں سے ہر ایک کی روایت میں جو بھی اضافی فائدہ ہے اسے تلاش کیا ہے۔ اور

ابن القاص نے اپنی کتاب کے آغاز میں ذکر کیا ہے کہ بعض لوگوں نے اہل الحدیث (محدثین) پر بایں طور عیب جوئی کی ہے کہ وہ لوگ ایسی چیزوں کی روایت کرتے ہیں جن میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اور بطور مثال ابوعمیر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں: لیکن ان (عیب جوئی کرنے والوں) کو اس بات کا علم نہیں کہ اس حدیث میں فقہ اور فنون ادب کے ساٹھ فوائد پوشیدہ ہیں، پھر انہیں بالتفصیل ذکر کیا ہے، اور میں نے ان کے مقاصد کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی تلخیص کی ہے' پھر اس کے بعد جس قدر ممکن ہوسکا مزید فوائد کا اضافہ کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: ...'' ، پھر ابن القاص کے فوائد کو ذکر کیا ہے یہاں تک کہ ان کا یہ قول بھی ذکر کیا، فرماتے ہیں: اور اللہ تعالیٰ نے جو اس حدیث کے طرق واسانید جمع کرنے اور اس سے فوائد مستنبط کرنے کی توفیق بخشی اس سے نقل (کتاب وسنت) کی سمجھ رکھنے والوں اور ان کے علاوہ جنھیں اسکی استطاعت نہیں' کے مابین فرق وامتیاز واضح ہوتا ہے، حالانکہ چشمۂ استنباط ایک ہی ہے لیکن اللہ لطیف وخبیر کی عجائب قدرت کا شاہکار یہ ہے کہ اسے ایک پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم لذت وچاشنی میں ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دیتے ہیں، یہ ان کی پوری گفتگو کا خلاصہ ہے، پھر ابن القاص کے فوائد کے علاوہ اپنے اضافی فوائد کا ذکر کیا ہے۔

شروح حدیث کی جن کتابوں میں احادیث سے مستنبط ہونے والے فوائد کے ذکر کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے ان میں سے امام زین الدین عراقی متوفی (۸۰۶ھ) اور ان کے صاحبزادہ ابوزرعہ متوفی (۸۲۶ھ) کی کتاب ''طرح التثریب فی شرح التقریب'' بھی ہے کیونکہ انھوں نے ہر حدیث کے تحت اس سے مستنبط ہونے والے فوائد ذکر کئے ہیں، اور اس میں سب سے پہلی حدیث عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث **''إنما الأعمال بالنيات''** (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے) ہے، جو ترسٹھ فوائد پر مشتمل ہے۔

بعض علماء کرام نے علیحدہ طور پر ایک ایک حدیث کی شرح لکھی ہے اور اس میں ان سے مستنبط ہونے والے فقہی فوائد کو ذکر کیا ہے، ان کتابوں میں سے علامہ قاضی عیاض متوفی (۵۴۴ھ) کی **''بغية الرائد لما تضمنه حديث ام زرع من الفوائد''** اور امام صلاح الدین العلائی متوفی (۷۶۳ھ) کی **''نظم الفرائد لما تضمنه حديث ذي اليدين من الفوائد''** ہیں، اور یہ دونوں کتابیں شائع شدہ ہیں۔

فقہ کی دو قسمیں ہیں: فقہ اکبر وفقہ اصغر:

کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی (ہدایت کے) صاف وشفاف سرچشمے ہیں اور وہی ہر خیر وبھلائی کا مصدر ومنبع اور ہر صلاح وفلاح کی اساس ہیں، نیز انہی سے عقائد، عبادات اور معاملات کے (جملہ) اصولی وفروعی احکام مستنبط ہوتے ہیں۔ اور فقہ فی الدین کی دو قسمیں ہیں: ایک فقہ اکبر جو اعتقادی امور سے تعلق رکھتا ہے، یہ غیبی امور کے قبیل سے ہیں جن میں انسانی عقل کی کوئی گنجائش نہیں، اس بارے میں محض کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استنباط پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

اور دوسرے وہ فقہ جو عبادات ومعاملات کے فروعی مسائل سے تعلق رکھتا ہے، ان میں بھی کتاب وسنت سے ثابت شدہ مسائل پر اعتماد کیا جائے گا، چنانچہ اگر کسی مسئلہ میں کتاب وسنت کی نص مل جائے تو اسے لینا اور اس پر عمل کرنا واجب ہے اور اگر نص نہ مل سکے تو اجتہاد جائز ہے، اور جن مسائل میں اجتہاد کی گنجائش ہے ان میں درست اجتہاد کرنے والا دو اجر اور خطا کار مجتہد ایک اجر کا مستحق ہے، جیسا کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے۔

تجارت ومعیشت

نیٹ ورک مارکیٹنگ کی حقیقت اوراس کا شرعی حکم

● شیخ نثاراحمد محمد مستقیم مدنی (شیخ الجامعہ جامعۃ التوحید، بھیونڈی)

آج کے ترقی یافتہ دور میں ہر میدان میں حیرت انگیز ترقیاں، نت نئی تبدیلیاں رونما ہورہی ہیں، چنانچہ بین الاقوامی سطح پر جاری تجارت ومعیشت کے میدان میں جہاں ایک طرف بے شمار محیر العقول تجارتیں وجود میں آگئی ہیں تو دوسری طرف گلوبلائزیشن اور اوپن مارکیٹ کے نتیجے میں اونچی آمدنی ہر آدمی کی ضرورت بن چکی ہے علاوہ ازیں آسان، پرکشش اور بھاری بھرکم منافع کی چاہت نیز سرکاری وپرائیویٹ سیکٹر میں عصری تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لئے ملازمت کے مواقع کی حددرجہ کمیابی کی وجہ سے ملٹی لیول مارکیٹنگ بڑی تیزی سے ساری دنیا میں مقبول ہورہی ہے اور نیٹ ورک مارکیٹنگ لاکھوں نوجوانوں کی امیدوں کا مرکز بن چکی ہے جو ہمہ وقت شرق وغرب میں ہر ایک کے لئے بآسانی دستیاب ہے ایسے میں ایک عام مسلم تاجر اس کے جواز اور عدم جواز کو لے کر ورطہ حیرت میں پڑا ہوا ہے اور المیہ یہ ہے کہ اس قسم کے پیش آمدہ دقیق نوازل ومستجدات تک ہر مفتی کی رسائی بھی نہیں ہوتی ہے، کیونکہ حلت وحرمت کی تعیین کا دارومدار مسئلہ کے مالہ وماعلیہ کا صحیح تصور وادراک کے بعد مصادر شریعت پر گہری نظر، مقاصد شریعت، اصول فقہ، قواعد فقہیہ اور نظائرِ فقہیہ کو دیکھ کر علتِ مشترکہ کی بنیاد پر حکم لگانے کی قدرت ضروری ہوتی ہے جو کہ ماہرین فقہ وفتاویٰ کے لیے ایک طرح سے نازک ترین مرحلہ ہوا کرتا ہے۔

نیٹ ورک مارکیٹنگ کا تعارف:

"نیٹ ورک مارکیٹنگ" جسے اردو میں "بچھے ہوئے جال نما تجارت" سے تعبیر کرسکتے ہیں، یہ عام تجارتی طریقوں سے یکسر مختلف ہے کیونکہ عام تجارتی منڈیوں میں تاجر خواہ کمپنی کا اونر ہو، ڈیلر ہو، تھوک بیوپاری یا عام تاجر اسے براہ راست فروخت شدہ مال پر منافع حاصل ہوتے ہیں لیکن اس میں کمپنیاں عام مارکیٹ ریٹ سے کافی مہنگی اپنی مصنوعات کا سودا صرف اپنے ممبران ہی کے ذریعہ مارکیٹ میں اتارتی ہیں جنہیں کھلی مارکیٹ کسی شوروم اور دکان میں دستیاب نہیں کرسکتے اور یہ مصنوعات از قبیل حیلہ ہوتی ہیں اصل مقصد نچلے سطح کی ممبر سازی کے تئیں محنت سے مخصوص طبقہ کو کمیشن کے نام پر فائدہ پہنچانا مقصود ہوتا ہے اس میں ایک آدمی کمپنی کا ممبر بنتا ہے جو up liner کہلاتا ہے اور اس کے نیچے مرحلہ در مرحلہ جڑنے والے ممبران ڈاؤن لائنر کہلاتے ہیں، کمپنی زیادہ سے زیادہ کمیشن کا جھانسا دلا کر بھاری تعداد میں ناعاقبت اندیش ڈاؤن لائنر کے ذریعہ سرمایہ جمع کرنے کی کوشش ہوتی ہے کیونکہ انہی کے ذریعہ اوپر کے لوگوں کو کمیشن حاصل ہوں گے چنانچہ ہر ممبر اسی فراق میں رہتے ہوئے اپنے متعلقین کو اپنے تحت ممبر بناتے ہیں اور اس طرح سلسلہ وار ملی ہوئی تجارت کی یہ صورت "جال" کے مشابہ ہوجاتی ہے، اسے ملٹی لیول مارکیٹنگ (Multi Level Marketing) بھی کہتے ہیں، اس کو اردو میں "مختلف السطح تجارت" کہہ سکتے ہیں؛ اس لیے کہ اس میں ہر ممبر کی سطح اور اس کی حیثیت برابر نہیں ہوتی؛ بلکہ جو پہلے شامل ہوتے ہیں، ان کی اونچی، زیادہ نفع بخش اور بعد والے کی اس سے نیچی اور کم نفع والی سطح ہوتی ہے، اس میں پڑامیڈ اسکیم

(Pyramid scheme) کے نظریہ کے مطابق کام ہوتا ہے، پرامیڈ "مخروطی" اور "اہرامی" شکل کو کہتے ہیں، یعنی گاجر و مولی کو اُلٹ کر جو صورت بنتی ہے، وہی شکل اس کی ہوتی ہے، اگر کوئی آدمی براہ راست ممبر بننا چاہے تو بعض کمپنیوں میں اس کی اجازت نہیں ہوتی ہے جتنے مراحل اور اس میں ممبران ہوں گے اسی طرح نیچے کے ممبروں کی خریداری کا کمیشن اوپر والے کو ملتا رہے گا، کمپنی کی ماہانہ خریداری جس طرح بڑھتی ہے، اسی طرح ممبروں کو دیے جانے والے کمیشن میں بھی ضابطہ کے مطابق فی صدی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ بعض کمپنیوں میں اضافہ کی حد متعین ہوتی ہے، مثلاً ایموے (Amway) میں اکیس فیصد (21٪) تک ہی کمیشن پہنچتی ہے البتہ غیر معمولی کارکردگی ظاہر ہونے اور خریداری کی ایک مخصوص اونچی سطح پر پہنچنے کی صورت میں کمپنی متعینہ کمیشن پر کچھ رقم اعزازی طور پر رائلٹی (Royalty) کے نام سے دیتی ہے۔

سسٹم کے تحت مطلق ممبر بنانا ہی کمیشن پانے کے لیے کافی نہیں بلکہ مخصوص تعداد کی شرط ہوتی ہے، مثلاً افراد کی مجموعی تعداد کم از کم نو اس طور پر ہونا کہ ہر مرحلہ میں کم از کم تین ممبر ہوں تب ہی کمپنی کمیشن جاری کرے گی، ایک بار کمیشن پالینے کے بعد پھر نو ممبران کی زیادتی شرط ہوتی ہے۔

بعض کمپنیاں بغیر ممبر بنے بھی اپنی مصنوعات کے خریدے جانے کی سہولت دیتی ہیں، مگر رعایت ممبر ہی کے ساتھ خاص ہوتی ہے، ان کے یہاں بھی اوپر والے ممبران کو نیچے اور کافی نیچے والے ممبران کا کمیشن دینا اصول میں داخل ہوتا ہے۔

ممبر بننے کے وقت کمپنی کچھ سامان (ان کے بقول) رعایتی قیمت پر دیتی ہے، اور کچھ متعین روپے ممبری فیس، اور لٹریچر وغیرہ کا معاوضہ بتا کر لے لیتی ہے، رعایت کے نام پر جن پیسوں کو واپس کرنا چاہیے، درحقیقت انہیں کو فیس وغیرہ کے نام سے وصول کر لیتی ہے، گویا ضابطہ میں کمپنی کے پاس ممبر کا ایک روپیہ بھی نہیں رہتا جس کا وہ مطالبہ کر سکے۔

کمپنی میں ممبر شپ (Member ship) کی برقراری کے لیے سالانہ کچھ متعین رقم تجدیدی فیس کے طور پر ادا کرنی پڑتی ہے، اور بعض میں ہر مہینہ کم از کم سو روپے کا مال خریدنا شرط ہے؛ مثلاً R.C.M کمپنی۔

مصنوعات محض بطورِ حیلہ:

حقیقت میں نیٹ ورکنگ سسٹم میں کمیشن کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی کی سی ہے، اور مصنوعات ثانوی درجہ رکھتی ہیں، نئے ممبر کو شمولیت پر راضی کرنے کے لیے خیالی کمیشن کا ذکر ہی کافی سمجھا جاتا ہے، اس کے بغیر مصنوعات کی مارکیٹنگ ناممکن ہے کیونکہ اپنی ممبر شپ باقی رکھنے کے لیے سالانہ متعین رقم جمع کرنی پڑتی ہے اور بعض میں ماہانہ متعین خریداری شرط ہے، یہ اس طرح کی کمپنیوں کے شرائط میں داخل ہے، کمپنیاں ممبر سازی کے لیے پورا تعاون فراہم کرتی ہیں، لیکن مصنوعات کی فروخت میں ان کا کوئی کردار نہیں ہوتا، بلکہ کھلی مارکیٹ میں لاکر فروخت کرنا ضابطہ کے خلاف بتاتی ہیں، کیونکہ کھلی مارکیٹ میں مصنوعات آئیں گی تو سارا بھانڈا پھوٹ جائے گا، علاوہ ازیں ملٹی لیول کی بعض کمپنیاں خواہش مند حضرات کو مصنوعات خریدے بغیر بھی شرکت کی اجازت دیتی ہے، اگر مصنوعات کی فروخت ہی مقصود ہوتی تو ایسی اجازت ہرگز نہ دیتیں۔

نیٹ ورک کمپنیاں ایک جائزہ:

"ملٹی لیول کمپنیاں" ہندوستان میں تو بیسویں صدی کی آخری دہائی میں متعارف ہوئی ہیں سب سے پہلے ایموے انڈیا (Amway India) "ایموے انڈیا" کے علاوہ آر، سی، ایم (R.C.M) وغیرہ لیکن فی زمانہ کئی ناموں سے کافی تعداد میں کمپنیاں میدانِ عمل میں اتری ہوئی ہیں، اور جلد مالدار ہونے

کا جھانسا دے کر ناعاقبت اندیش افراد سے سرمایہ جمع کررہی ہیں، اسی وجہ سے گذشتہ سالوں میں ہندوستان کے شعبۂ اقتصادیات کی طرف سے ایسی کمپنیوں کے دھوکے اور ضرر سے بچے رہنے کی تلقین وتاکید کی گئی تھی۔

چونکہ اس کے بنیادی ساخت (System) میں دھوکہ اور تجارتی چال بازی (Busness fraud) ہے اس لیے دنیا کے بیشتر ممالک میں اس پر پابندی عائد کردی گئی ہے، اور حکومتوں نے ان کے ضرر سے بچنے کی تلقین کی ہے، ان کے نعرے ضرور دلکش ہیں لیکن حقیقت میں پرفریب ہیں، انجام کار ساری رقوم ان کمپنیوں اور اداروں کے مالکان کی جھولی میں چلی جاتی ہیں، ممبران کو سوائے سراب اور دھوکہ کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

پڑوسی ملک میں بھی ملٹی لیول مارکیٹنگ کی دھوکہ بازی، غیراخلاقی اور ناجائز لین دین پر مشتمل ہونے کی وجہ سے شرکت سے گریز کرنے کی تلقین کی گئی ہے، تفصیل (SECP) کی ویب سائٹ پر موجود ہے۔ (بحوالہ سہ ماہی بحث ونظر ص: ۳۶۱)

امریکہ میں اسی طرز کی ایک کمپنی اسکائی بزکوم (Skybiz.com) ہے، اس کمپنی کی شاخیں متعدد ممالک میں پھیلی ہوئی ہیں، مگر خود امریکی حکومت نے مذکورہ کمپنی پر عوام کے ساتھ دھوکہ دہی اور چال بازی (Fraud) کا الزام عائد کیا ہے، اسی کے پیش نظر "اوکلاہوما اسٹیٹ" کی عدالت نے کمپنی کی سرگرمیاں روک دینے، اور کمپنی کے کارکنوں اور ایجنٹ حضرات کا سرمایہ اور اجرت انھیں واپس کیے جانے کے پیش نظر اس کمپنی کے اثاثے منجمد کردینے کا فیصلہ کیا ہے۔ (دیکھئے امریکی وزارتِ تجارت کی ویب سائٹ: http://www.Ftc.gov/opa/2001/06sky.htm بحوالہ بحث ونظر شمارہ ۶۸، ۶۹ جنوری جون ۲۰۰۵ء ص: ۱۶۳)

جاپان اور چین میں ۱۹۹۸ء میں ایموے (Amway) اور اس طرز کی کمپنیوں پر پابندی لگ چکی ہے۔ (اخبار منصف: مینارۂ نور ۲۴/۳/۱۴۲۸ھ)

بنیادی خرابیاں:

● عالمی پیمانے پر اس کمپنی کو جس بنیاد پر مسترد کیا جارہا ہے، وہ اس نظام میں دوام واستمرار کی صلاحیت کا نا پایا جانا ہے، اس کے ابتدائی مراحل میں تو ممکن ہے کہ آسانی سے کچھ ممبر بن جائیں، لیکن چند مرحلوں کے بعد ممبر بنانا دشوار ہوجائے گا، اور ایک ایسا مرحلہ آئے گا کہ اسکے بعد مزید ممبر بنانے کی گنجائش نہ رہے گی۔

● اس طرح کی کمپنیوں میں کمیشن پانے کے لیے ممبروں کی تعداد اور مراحل کا آگے بڑھانا شرط ہوتا ہے، اس لیے جن کمپنیوں میں مثلاً تین مراحل میں نو ممبران کی شرط ہے، ان میں نیچے سے تین مرحلوں کے لوگ بلا کمیشن رہ جائیں گے، اور یہ خرابی ایسی ہے کہ جس وقت بھی کمپنی موقوف ہوگی، اس سے نیچے کے چند مراحل کے لوگ محروم رہ جائیں گے اور چونکہ نیچے کے مراحل میں ممبروں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے، اس لیے ہر لمحہ اکثر ممبران گھاٹے میں رہتے ہیں،

● نیٹ ورک مارکیٹنگ کا دارومدار ہی "پھنسنے پھنسانے" پر ہے، کیونکہ ایک آدمی ممبر بنتا ہے اور ممبری فیس کی ادئیگی کے ساتھ کچھ اور روپے سامان کی خریداری کے نام پر اس کے ہاتھ سے چلے جاتے ہیں بس اُسے اپنے پیسے کی بازیابی اور مزید کی ہوس سوار ہوجاتی ہے، چونکہ کمپنی سے محض سامان حاصل کرنا مقصد نہیں ہوتا بلکہ منافع اور کمیشن حاصل کرنا ہوتا ہے اس لیے دوسروں کو مختلف انداز میں سچ اور جھوٹ بول کر پھانسنے کی کوشش کرنے لگتا ہے، پھر اگلا آدمی بھی اسی مرض کا شکار ہوجاتا ہے، کمپنی کی خرابیاں سامنے آنے کے باوجود منافع کے لالچ میں اپنی زبان مہر بند رکھتا ہے، تنقید کا ایک لفظ نہ تو بولتا ہے اور نہ ہی بولنے دیتا ہے، اگر

مصنوعات کی خریداری ہی مقصود ہوتی تو بات یہاں تک نہ پہنچتی۔

● بہت سے لوگ ممبر بن تو جاتے ہیں مگر چرب زبان نہیں ہوتے، یا جھوٹ سچ ملاکر بولنے کی عادت نہیں ہوتی، وہ ممبر بنانے سے یا تو بالکل عاجز رہتے ہیں یا ممبر کی مطلوبہ تعداد مہیا نہ کرنے کی صورت میں وہ کمیشن اور منافع سے محروم رہتے ہیں۔

● چونکہ یہ نظام "سودی نظام" سے بھی بدتر ہے اس لیے کہ سودی نظام میں مخصوص محتاجوں اور سودی قرض لینے اور سودی معاملہ کرنے والوں کی دولت ساہوکاروں اور سودخوروں کے پاس آتی ہے، نیٹ ورک سسٹم کی طرح اتنے مرتب اور وسیع پیمانے پر سودا اکٹھا نہیں ہوتا۔

نیٹ ورکنگ کے اس نظام میں کافی بڑے پیمانے پر دولت سمٹتی ہوئی، چند اوپر کے ممبران کے پاس مربوط انداز اور مخروطی (Pyramid) شکل میں جمع ہوتی رہتی ہے، نیچے کے ممبران منافع سے ہمیشہ محروم رہتے ہیں۔ دولت کی ترکیز دونوں میں ہے مگر نیٹ ورک مارکیٹنگ میں سودی نظام کی بہ نسبت زیادہ ہے، اس لیے عالمی پیمانے پر نیٹ ورک مارکیٹنگ کو مسترد کیا جارہا ہے۔

ماہرینِ اقتصادیات ومعاشیات نے نیٹ ورکنگ سسٹم کو "کینسر کی سوجن" سے تشبیہ دی ہے کہ جس طرح کینسر آلود خلیہ بڑھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ پورے جسم کو مسموم کر کے جان لیوا ثابت ہوجاتا ہے، اسی طرح نیٹ ورک مارکیٹنگ میں ممبر سازی کے ذریعہ پورا معاشرہ لپیٹ میں آکر اقتصادی بحران کا شکار ہوجاتا ہے۔

"سودی نظام" میں چونکہ بنیادی خرابی ترکیزِ دولت (Collection of wealth) ہے، اس میں مال دار زیادہ مال دار اور غریب زیادہ غریب ہوجاتا ہے اس لیے اسلام نے اسے مسترد کردیا، تو ظاہر ہے کہ کوئی ایسا نظام یا ایسی معاشری صورت جس میں ترکیزِ دولت سودی نظام سے بھی زیادہ مہلک ہو، تو اس کی تائید اسلام کیسے کرسکتا ہے؟ اور جب خود سودی نظام نے "نیٹ ورکنگ" کو مسترد کردیا ہے، تو "اسلامی نظامِ دولت" اسے سینے سے لگالے، یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔

نٹورک مارکیٹنگ کی شرعی حیثیت:

اسلام نے ہر اس معاملہ کو مسترد کردیا ہے، جس میں دغا فریب اور دھوکہ دھڑی پائی جاتی ہو جس میں ملکی بدانتظامی اور لوگوں کی ضرر رسانی کا عنصر پایا جائے، یا جس میں مفادِ عامہ کی چیزوں پر چند افراد کے قبضہ کی صورت پائی جائے، یا جس میں خرید وفروخت کے ساتھ کوئی شرط لگادی جائے، یا وہ معاملہ ایسا ہوکہ جس میں بیع کے ساتھ کسی دوسرے معاملہ کا قصد کیا جاتا ہو اور بیع کا صرف بہانہ ہو، اسی طرح وہ معاملہ بھی شریعت کے مزاج سے ہم آہنگ نہیں، جس میں نزاع اور لڑائی کا احتمال ہو، جس میں دو معاملہ کو ایک کردیا گیا ہو۔

علاوہ ازیں تمام تجارتی معاہدے فریقین کے مابین واضح ہوں کسی ایک کو پردہ میں نہ رکھا جائے نہ کسی قسم کی غیر یقینی کیفیت کا اندیشہ ہو اور نہ ہی کسی کے لئے ناانصافی اور جانبداری کا معاملہ ہو اسی طرح تاجر اور صارفین کے مابین غیر ضروری واسطے نہ ہوں۔

ذیل میں مزید تفصیل سے عدم جواز کی وجوہ بیان کی جاتی ہیں:

(۱) نفع حاصل کرنے کے لیے شریعت نے جو اصول بتائے ہیں، ان میں یا تو سرمایہ اور محنت دونوں ہوتی ہیں، جیسے بیع وشرا یا صرف محنت ہوتی ہے اور سرمایہ دوسرے کا ہوتا ہے، جیسے مضاربت وغیرہ، لیکن ایسی کوئی صورت شرعاً جائز نہیں ہے، جس میں نہ تو محنت ہو اور نہ ہی سرمایہ لگے۔

نیٹ ورک مارکیٹنگ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں آدمی ممبر بنتا ہے تو کمپنی ممبری فیس لے لیتی ہے، اور اپنی مصنوعات دے کر ان کی قیمت الگ سے لیتی ہے، قانونی لحاظ سے کمپنی کے پاس ممبر کا کوئی رقمی مطالبہ نہیں رہ جاتا، گویا کمپنی میں رقم اور سرمایہ لگا ہوا نہیں ہے۔

پھر جب ممبر سازی ہوتی ہے، تو پہلے مرحلہ میں مان لیا جائے کہ اپنے تحت ممبر بنانے میں محنت ہوئی، صرف انھیں ممبران کی تشکیل کا معاوضہ اگر ملے تو اسے کسی درجہ میں جائز کہا جا سکتا ہے، اس لیے کہ سرمایہ نہیں لیکن محنت تو پائی گئی، لیکن دوسرے تیسرے اور بعد کے مراحل میں ممبر سازی میں اس کی کوئی محنت نہیں ہوئی تو بعد کے ممبران کا تشکیلی معاوضہ کس طرح جائز ہوگا، جب کہ وہاں نہ تو محنت ہے اور نہ ہی سرمایہ!

اس تجارت سے منسلک حضرات یہ کہتے ہیں کہ ”آئندہ مراحل میں بھی کارکنوں کے ساتھ تعاون کرنا پڑتا ہے، جیسے لوگوں کو سمجھانا، مال کی اہمیت بتانا، ان کے شکوک وشبہات کو دور کرنا وغیرہ“ لیکن پہلا ممبر براہِ راست ممبر بنانے کے بعد اگر آئندہ مرحلوں میں کوئی تعاون نہ کرے تب بھی وہ کمپنی کے اصول کے مطابق کمیشن کا مستحق قرار پاتا ہے، حاصل یہ کہ آئندہ مراحل میں بلا سرمایہ اور بلا محنت کمیشن آنا اس طرزِ تجارت کی سب سے بڑی خرابی ہے۔

اور پہلے مرحلہ کی ممبر سازی کا معاوضہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ کمپنیوں میں ہر مرحلہ کی ممبر سازی کا معاوضہ الگ الگ نہیں دیا جاتا بلکہ اپنے تحت چند مراحل میں مخصوص تعداد پورا ہونے کی صورت میں ہوتا ہے، مثلاً بعض کمپنیوں میں یہ شرط ہے کہ جب ممبران کی تعداد ”نو“ ہو جائے اور وہ بھی تین مراحل میں ہوں تب ان سب کی خریداری کا متعین کمیشن اوپر کے ممبر کو دی جائے گی، ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اپنے ہی نہیں دوسروں کے بنائے ہوئے ممبران کا معاوضہ بھی ساتھ ہو کر ملے گا، اس لیے حلال وحرام میں اجتماع کی وجہ سے یہ معاوضہ لینا بھی حرام ہوگا۔

اصول فقہ کا قاعدہ ہے: **اِذَا اجْتَمَعَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ غُلِّبَ الْحَرَامُ** (الاشباہ والنظائر: ۱/۳۳۵) ”جب حلال وحرام جمع ہو جائیں تو حرام کو غالب مانا جاتا ہے“۔

(۲) شریعت میں ”سود“ اس لیے حرام ہے کہ اس میں زر سے زر حاصل کرنے کا ذریعہ اور بہانہ بنایا جاتا ہے، اس میں نہ تو کوئی پیداوار سامنے آتی ہے اور نہ ہی محنت پائی جاتی ہے، اس طرح جب زر سے زر پیدا کرنے کی ریت چل پڑتی ہے، تو لوگ بنیادی ذرائع معاش مثلاً کھیتیاں اور دیگر کاروبار چھوڑ دیتے ہیں۔

نیٹ ورک مارکیٹنگ میں بھی ممبری فیس کے طور پر تھوڑا سرمایہ لگا کر پیسوں سے پیسے حاصل کرنے کا حیلہ اختیار کیا جاتا ہے، ہر ممبر کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ اپنے نیچے زیادہ سے زیادہ ممبران آ جائیں تا کہ اچھی خاصی رقم کسی محنت ومشقت کے بغیر کمیشن کے طور پر ان کے پاس جمع ہو جائے حالانکہ زر سے زر کشید کرنا سود ہے، اس طرز کی تجارت کو ربوا سے کافی مشابہت ہے، جسے قرآنِ پاک میں حرام فرمایا گیا ہے: ﴿وَأَحَلَّ ٱللَّهُ ٱلْبَيْعَ وَحَرَّمَ ٱلرِّبَوٰاْ﴾ [البقرۃ: ۲۷۵]

”اللہ تعالیٰ نے خرید وفروخت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے“۔

(۳) اس کمپنی میں شرکت کا مقصد کمپنی کا سامان خریدنا نہیں ہوتا، بلکہ کمیشن اور نفع کمانا ہی مدِ نظر رہتا ہے، گویا مقصود کمیشن ہے سامان نہیں، سامان کو ثانوی حیثیت حاصل ہوتی ہے اس لیے شرعی حکم معلوم کرتے وقت مقصود اور غلبہ کا ہی اعتبار ہوگا، جیسا کہ فقہی قواعد اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں ہیں:

(الف) **العِبْرَةُ فِي الْعُقُوْدِ لِلْمَقَاصِدِ وَالْمَعَانِيْ لَا لِلْأَلْفَاظِ وَالْمَبَانِيْ**. (قواعد الفقہ ص: ۹۱)

"معاملات میں مقاصد ومعانی ہی کا اعتبار ہوتا ہے، الفاظ وعبارت کانہیں"۔

(ب) اَلْعِبْرَةَ لِلْغَالِبِ الشَّائِعِ لاَ لِلنَّادِرِ.(ایضاً)

"رائج وغالب حیثیت کا ہی اعتبار ہوتا ہے، نادر وکم یاب کا نہیں"

(ج) التابِعُ لا يَتَقَدَّمُ عَلَى الْمَتْبُوْعِ.(الاشباه والنظائر ج:۱/ ۳۶۵)

''تابع کومتبوع پرمقدم نہیں کیا جاسکتا''۔

نیٹ ورک سسٹم میں شمولیت کا اصلی مقصد چونکہ کمیشن اور نفع حاصل کرنا ہی ہے، یہی پہلو شریک ہونے والوں کے لیے باعثِ کشش ہے اس لیے اس طرح بھی کہا جاسکتا ہے کہ آدمی ممبر بننے کی فیس دے کر امید وبیم کی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے، ہوسکتا ہے کہ اس بہانے کافی منافع ہاتھ آجائیں، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جولگایا تھا وہ بھی ڈوب جائے یہی حقیقت ہے جوئے اور قمار کی۔

اور قمار کی تعریف سے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"انَّه تَعْلِيقُ الْمِلْكِ عَلَى الْخَطَرِ وَالْمَالُ فِي الْجَانِبَيْنِ". (فتاوی ابن تیمیہ ۱۹/ ۲۸۴)

ترجمہ: ملکیت کو جوکھم پر معلق کرنا، جب کہ دونوں جانب مال ہو۔

حاصل یہ کہ قمار (جوا) میں معاملہ نفع وضرر کے درمیان دائر ہوتا ہے احتمال یہ بھی ہوتا ہے کہ بہت سا مال مل جائے گا، اور یہ بھی کہ کچھ نہ ملے، اسی کو "مخاطرة" اور قرآن کی اصطلاح میں "میسر" کہتے ہیں۔

جوئے کا دارومدار لالچ، جھوٹی آرزو اور فریب خوردگی کی پیروی پر ہے، جوا کمزوروں کے خون کا آخری قطرہ بھی چوس لیتا ہے، ہارنے والا اگر خاموش رہتا ہے تو محرومی اور غصہ میں خون کا گھونٹ پی کر خاموش رہتا ہے، اور اگر دوسرے فریق سے لڑتا ہے، تو اس کی کوئی نہیں سنتا کیوں کہ "خود کردہ را علاجے نیست" جوئے کا تمدن اور باہمی تعاون میں کچھ حصہ نہیں۔

علامہ آلوسی میسر کی تشریح لکھتے ہیں:

"الْمَيْسِرُ... امَّا من اليُسْرِ لأنه أخذُ المال بِيُسْرٍ وَسُهُوْلَةٍ". (روح المعانی:۲/ ۱۱۳)

یعنی "میسر" یا تو یُسر سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں، کسی کا مال آسانی اور سہولت سے مار لینا، میسر (جوا) کے ذریعہ لوگوں کے اموال آسانی سے جھپٹ لیے جاتے ہیں۔

نیٹ ورک مارکیٹنگ کی موجودہ شکل میں جوئے کی حقیقت پائی جارہی ہے، جیسا کہ غور کرنے والوں پر مخفی نہیں، اور جوئے کی حرمت بھی سود کی طرح نص قطعی سے ثابت ہے۔

(۴) نیٹ ورک مارکیٹنگ میں وہی آدمی کامیاب و بامراد ہوتا ہے، جو تیز طرار، باتونی اور چرب لسان ہو، سامنے والوں کو متأثر کر کے ممبر بنالیتا ہو، جولوگ اس طرح کی شاطرانہ چال نہیں چلتے، یا یہ صلاحیت ان میں نہیں ہوتی، وہ اس میں کامیاب نہیں ہوتے ہیں، ان کی ساری امیدوں پر پانی پھر جاتا ہے اور وہ دھوکہ کھا کر مایوس ہوجاتے ہیں۔

ایسے دھوکہ کی بیع وشراء سے متعلق ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نَهَى رَسولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عليه وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الغَرَرِ. (صحیح مسلم:1513)

مبسوط میں علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے غرر کی تعریف اس طرح کی ہے۔ الغَرَرُ مَا يَكُوْنُ مَسْتُوْرَ الْعَاقِبَةِ. (المبسوط:۱۲/ ۱۹۴)

جس کا حاصل یہ ہے کہ غرر میں انجام معلوم نہیں ہوتا، مذکورہ طرزِ تجارت میں نفع ملنے اور نہ ملنے کا پتا نہیں ہوتا، گویا قمار (جوا) ہی کی دوسری تعبیر "بیع غرر" ہے۔

بعض لوگوں نے اس طرزِ تجارت کو لاٹری (Lottery) سے بھی بدتر بتایا ہے اس لیے کہ لاٹری میں ٹکٹ خرید کر آدمی سکون سے انتظار کرتا ہے، لیکن اس میں ممبر شپ حاصل کرنے کے بعد ممبر سازی کے لیے خوب دوڑ دھوپ کرتا ہے، پیسے خرچ کرتا ہے پھر بھی ممبر نہ بنانے کی صورت میں اصل سرمایہ سے بھی ہاتھ دھولیتا ہے، اور کمپنی رُک جانے کے وقت نیچے کے تین درجوں کے لوگ یقیناً محروم رہ جاتے ہیں، اس لیے اس میں نفع کا چانس لاٹری سے بھی کم ہے، اگر یہ معلوم ہوجائے کہ وہی سلسلہ کا آخری آدمی ہوگا، تو ہرگز سامان خرید کردہ ممبر نہیں بنے گا۔

(۵) اسلام نے اپنے تجارتی اصول میں ملکی مصلحت کا خیال رکھا ہے، مصنوعی رکاوٹ ملکی مصلحت کے لیے نہایت ہی مضر ثابت ہوتی ہے، اس سے اشیاء کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ ہوجاتا ہے، تجارت کا مال تمام شہریوں تک پہنچنے کے بجائے چند لوگوں کے پاس ہی سمٹ کر رہ جاتا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَيۡ لَا يَكُونَ دُولَةَۢ بَيۡنَ ٱلۡأَغۡنِيَآءِ مِنكُمۡ ﴾ [الحشر: ۷]

''تاکہ وہ دولت تمہارے مالداروں کے درمیان (ہی) گردش کرنے والی نہ ہوجائے''۔

زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی تاجر دیہات سے شہر میں آتا تھا تو شہر کے بعض تجار شہر سے باہر نکل کر ان سے پہلے ہی ملتے، اور سارا مال خرید لیتے تھے تاکہ یہ مال شہر میں نہ آسکے اور سارے لوگ ان سے خریدنے پر مجبور ہوں، اس کو اصطلاح میں ''تلقیِ جلب'' کہا جاتا ہے، رسول ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، (صحیح سنن أبی داود: 3437) اس لیے کہ اس میں اشیاء چند آدمیوں کے ہاتھوں میں جاکر عوام کے لیے مہنگی ہوجاتی ہیں۔

نیٹ ورک مارکیٹنگ میں بھی یہ خرابی ہے کہ ہر آدمی ان کمپنیوں کے سامان نہیں خرید سکتا، صرف ممبران ہی خرید سکتے ہیں؛ اس لیے بھی اشیاء نہایت ہی مہنگی ہوتی ہیں۔

(۶) اس طرح کی کمپنیوں میں اشیاء کی قیمت عام مارکیٹ ریٹ (Market rate) کے مقابلہ میں تین گنا بلکہ چھ گنا زیادہ ہوتی ہے، اشیاء کی جودت وعمدگی کا دعویٰ بھی فضول معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ اگر وہی اشیاء عام مارکیٹ میں رکھی جائیں، تو لوگ ہرگز اتنی قیمت میں نہیں خریدیں گے، دوسری کمپنیوں کی مصنوعات ہی کو ترجیح دیں گے۔

اسے فقہاء کی اصطلاح میں ''غبن فاحش'' کہتے ہیں، جو مکروہ ہے، حتیٰ کہ شریعت نے مشتری کو غبنِ فاحش کی وجہ سے مبیع (خریدی ہوئی چیز) کے واپس کرنے کا حکم دیا ہے۔

(۷) نیٹ ورک مارکیٹنگ میں کمپنی کا مال خریدنے کے ساتھ کچھ ناجائز شرائط ہوتی ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: **''ما كانَ مِن شَرْطٍ ليسَ في كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فَهو بَاطِلٌ، وإنْ كانَ مِئَةَ شَرْطٍ''** (صحیح بخاری: 2168، باختلاف یسیر) ''قرآن کے معارض جو بھی شرط ہے تو وہ باطل ہے اگرچہ سو شرطیں ہوں''۔

منجملہ شرائط حسب ذیل ہیں:

(الف) کمپنی کا مال بازار میں رکھ کر بیچ نہیں سکتے۔

(ب) کمپنی کے مال یا اس کے طریقہ کار کی خامیاں بیان نہیں کرسکتے۔

(ج) کمپنی کا سامان لینے کیلئے ایجنٹ اور ممبر بننا شرط ہے، ممبری فیس ضرور وصولی جائیگی۔

(د) بعض کمپنیوں میں رعایتی قیمت پر سامان لینے کے لیے ممبر ہونا اور ممبری فیس ادا کرنا ضروری ہے، بغیر ممبر بنے سامان خریدنے پر سامان مہنگا ملے گا۔

چونکہ مارکیٹ میں لانے سے اشیاء کے پرکشش نہ ہونے کی صورت میں کساد بازاری کے شکار ہوں گے اسی طرح خامیوں کو

اجا گر نہ کرنے کی اجازت گویا عیب چھپانا اور کسٹمر کو پردے میں رکھنا ہے جو شرعاً منع ہے علاوہ ازیں صرف ممبر ہی خرید سکتا ہے اس کے پس پردہ کمیشن کی لالچ اور ممبر شپ چارج ہڑپ کرنے کی سازش ہے جو سرے سے مسترد ہے۔

(۸) نیٹ ورک مارکیٹنگ میں خرید وفروخت کے معاملہ کے ساتھ اجارہ (یعنی ایجنٹ بننے کی ملازمت) مشروط ہے اس لیے ایسے عقدِ بیع اور عقدِ اجارہ کو دو معاملوں کا مجموعہ کہہ سکتے ہیں، اور یہ حدیث کی رو سے ممنوع ہے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے یہ روایت ہے:

نَهٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنِ الْبَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ. (صحیح نسائی:4646)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک معاملہ میں دو معاملہ کرنے سے منع فرمایا ہے"۔

(۹) نیٹ ورک مارکیٹنگ میں موہوم کمیشن کا لالچ دلا کر باطل اور ناجائز طریقے سے مال کھانے کا طرز اپنایا گیا ہے، اس طرزِ معاملہ کو ماہرینِ اقتصادیات "تعاملِ صغری" (Zero sum game) کہتے ہیں، جس میں بعض افراد نفع پاتے ہیں اور اکثر خسارہ میں رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے باطل طریقۂ کسب کو سختی سے منع فرمایا ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَأْكُلُوٓاْ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَـٰطِلِ إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَـٰرَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ﴾ [نساء:۲۹]

''اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ، لیکن کوئی تجارت ہو جو باہمی رضامندی سے واقع ہو''۔

چند اشکالات اور ان کے جوابات:

(۱) بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ممبر بنانے پر کمپنی کا کمیشن دینا انعام ہے، راست ممبر بنانے پر تو دیا ہی جاتا ہے، نیچے کے ممبران کے بنائے ہوئے ممبران چونکہ پہلے ممبر کے واسطے سے ہیں اس لیے کمپنی اگر بعد میں بھی انعام کا سلسلہ جاری رکھتی ہے، تو اس میں کیا حرج ہے؟

جواب: نیچے کے افراد سے لے کر اوپر کے لوگوں کو فی صدی کمیشن (Commission) دینا ارتکازِ دولت اور مال ہتھیانے کا حیلہ ہے، یہ میسر کے مشابہ تو ہوسکتا ہے، انعام سے اس کا کوئی واسطہ نہیں اس لیے کہ انعام صلبِ بیع میں کبھی داخل اور مشروط نہیں ہوتا۔

(۲) جس طرح ایک کارِ خیر کے ثواب کا سلسلہ چلتا رہتا ہے، ایک آدمی نے کسی کو کسی نیک کام کی تلقین کی، دوسرے نے عمل کرنے کے ساتھ تیسرے کو تلقین کی، تو ظاہر ہے کہ بعد والے کا ثواب پہلے والے کو ضرور ملے گا، اسی طرح "نیٹ ورک مارکیٹنگ" میں بھی کمپنی کمیشن کا سلسلہ جاری رکھتی ہے، تو اس میں کیا حرج ہے؟

جواب: ثواب دینا اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے، اللہ کا فضل کسی ضابطہ کا محتاج نہیں، مذکورہ کمپنی کو ثوابِ آخرت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے اس لیے کہ یہ دنیا کا معاملہ ہے اور بندوں کے ذریعہ تکمیل کو پہنچتا ہے، بندوں کو اللہ تعالیٰ نے قانون کا پابند بنایا ہے، اسی کے لیے شریعت نازل فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ کسی قانون کے پابند نہیں، وہاں عدل کے ساتھ فضل کا ظہور ہوگا، بندوں کے معاملے اللہ تعالیٰ کے قانون سے سرِ مو تجاوز نہیں کر سکتے، ثواب کا معاملہ بالکل مختلف ہے۔

ہمیں ہمارے اساتذہ نے پڑھایا، ہم طلبہ کو پڑھاتے ہیں، وہ طلبہ دوسرے طلبہ کو پڑھاتے ہیں، ثواب تو نیچے والوں کا اوپر والوں کو ضرور ملتا ہے لیکن نیچے والوں کی تنخواہ کا کوئی حصہ اُوپر

والوں کو نہیں ملتا آخر کیوں؟

(۳) ممبر سازی کی اُجرت دلالی کی طرح ہے، جس طرح دلال کو سامان خریدوانے اور بیچوانے کی اجرت ملتی ہے، اسی طرح یہاں بھی نئے ممبر بنانے پر اُجرت ملتی ہے، تو اس میں کیا خرابی رہ گئی؟

جواب: مذکورہ طرزِ تجارت اور دلالی میں کافی فرق ہے اس لیے کہ:

(الف) دلال کو سامان کی فروختگی پر اُجرت ملتی ہے، یہاں تو ایجنٹ بننے کے لیے خود ایجنٹ ہی اجرت ادا کرتا ہے، معلوم ہوا کہ یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے، مذکورہ تجارت میں سامان فروخت کرنا، اصل مقصد نہیں ہوتا بلکہ نئے ایجنٹ تیار کرنا ہی اہمیت رکھتا ہے۔

(ب) دلال کو کوئی گھاٹا نہیں ہوتا، وہ مال فروخت کراتا اور اجرت و کمیشن پاتا رہتا ہے لیکن یہاں ہر آخری مرحلہ کا ایجنٹ یقینی طور پر گھاٹے میں رہتا ہے، ظاہر ہے کہ کمپنی کبھی نہ کبھی رُکے گی، جب بھی رکے گی، آخری مرحلہ کے ایجنٹ کو کچھ نہیں ملے گا، پھر ظلم یہ کہ ممبری فیس بھی ڈوب جائے گی، اس لیے ان کمپنیوں کی ممبر سازی کی مہم کو دلالی سے تعبیر کرنا غلط ہے۔

خلاصۂ بحث:

نیٹ ورٹ مارکیٹنگ دولت اِکٹھا کرنے کی ایک اَہرامی اور مخروطی اسکیم ہے، اس میں مصنوعات بطورِ حیلہ فروخت کی جاتی ہیں، اصل مقصد ممبر سازی کے ذریعہ نفع کمانا ہوتا ہے، اس میں سود سے بھی زیادہ ارتکازِ دولت کی تدبیر موجود ہے، لاٹری (Lottery) اور جوے سے مشابہت ہے، دھوکہ اور غرار اتنا زیادہ ہے کہ دولت مندی کے لالچ میں پوری کی پوری آبادی کو مالی بحران کا شکار بنا سکتی ہے، اس میں چند لوگوں کو منافع پہنچانے کے لیے ایک کثیر تعداد زنجیر میں بندھی رہتی ہے، اخیر کے لواحقین وممبران ہمیشہ دھوکے اور گھاٹے میں رہتے ہیں بلکہ بعض صورتوں میں نیچے کے کئی مراحل بلا کمیشن منھ تکتے رہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ "سودی نظام" کے ماہرین نے بھی اس طرزِ تجارت کو مسترد کر دیا ہے، متعدد ممالک میں اس پر پابندی عائد کی گئی ہے، ساتھ ہی عوام کو اس میں پھنسنے سے متنبہ بھی کیا گیا ہے، یہ اخلاقی اور اقتصادی لحاظ سے بھی قابلِ قبول نہیں ہے، شرعی اور فقہی نقطۂ نظر سے اس میں سود و قمار سے مشابہت باطل شرطوں کا وجود ہے دو معاملوں کو ایک میں جمع کرنا خرید و فروخت کے بہانے دوسری چیز یعنی کمیشن کا ارادہ باطل طریقے سے مال جمع کرنا ملکی مصلحت کا فقدان اور بعض صورتوں میں "غبن فاحش" وغیرہ خرابیاں پائی جاتی ہیں اس لیے اس میں شرکت جائز نہیں ہے، ہند و عرب کے مشاہیر علماء اور مفتیانِ کرام نے عدمِ جواز کے فتوے صادر فرمائے ہیں۔

جس شخص کو راست ممبر بنایا جائے اس کی خریداری پر ملنے والا کمیشن اگرچہ فی نفسہ جائز ہوسکتا ہے، مگر وہ بھی چونکہ الگ کر کے نہیں دیا جاتا بلکہ چند ممبران اور چند مرحلے گذرنے ضروری ہوتے ہیں، اور سب کا کمیشن ملا کر دیا جاتا ہے اس لیے حرام و حلال کے ملنے کی وجہ سے پہلے مرحلہ کے ممبران کی وجہ سے آنے والا کمیشن بھی حرام ہوگا محض مصنوعات خریدنے کے لیے ایسی کمپنیوں کا ممبر بننا بیع مع شرط کی وجہ سے ناجائز ہے، بلا ممبر بنے سامان خریدنا جائز تو ہے، مگر ایسی کمپنیوں کا تعاون ہونے کی وجہ سے کراہت سے خالی نہیں، ایسی کمپنیاں نہ تو معاشی اور اقتصادی لحاظ سے فائدہ مند ہیں نہ ہی اخلاقی اعتبار سے قابل شرکت اور نہ ہی اسلامی اصول کے تحت جائز ہیں، اس لیے ان کا ممبر بننا اور کمیشن حاصل کرنا، ناجائز اور حرام ہے۔

احساسات وتوجیہات

اجتماعیت، جماعتی زندگی اور ہماری ترجیح

● شیخ رشید سمیع سلفی (جامعۃ التوحید، بھیونڈی)

کتاب وسنت میں بڑے تکرار سے اخوت، بھائی چارگی اور آپسی محبت پر زور دیا گیا ہے، عبادات میں بھی اس پہلو کا خیال رکھا گیا ہے، اس لئے نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کی تاکید فرمائی، حالت نماز میں کندھے اور پیر ملانے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ دل سے دل مل جائے، فرمایا تم صفوں کو ضرور ملاؤ کہیں اللہ تمہارے دلوں میں شگاف نہ ڈال دے "اسْتَوُوا وَلا تَخْتَلِفُوا: فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ" (مسلم)، رمضان کے روزے بھی ایک ساتھ رکھنے کا مکلف کیا گیا تاکہ مسلمانوں میں یکجہتی کا احساس ابھرے اور وہ اسی طرح باہم دگر جڑ جائیں جیسے باجماعت نماز میں ہماری صفیں مل جاتی ہیں، تمام عالم اسلام کو حج کا مکلف کیا، وقت، جگہ اور طریقہ ایک قرار دیا، یہ عالمی اجتماع پوری دنیا کے مسلمانوں کو ایک ہونے کا پیغام دیتا ہے، صرف یہ نہیں کیا گیا کہ یکجہتی کی ترغیب دی گئی، فضیلت بتلائی گئی بلکہ یہ بھی کیا کہ وہ تمام اعمال وافعال جو اتحاد کے رشتوں میں دراڑ ڈالتے ہیں، اجتماعیت کی دیوار میں شگاف پیدا کرتے ہیں، ان سے بھی منع کیا اور تحذیر کی ہے، غیبت، چغل خوری، حسد، بغض، کینہ اور بدگمانی اسلام میں ممنوع ہیں، یہ قباحتیں اسلام کے عظیم الشان اتحاد کو پارہ پارہ کردیتی ہیں، اس لئے ہر وہ خوبی جو اسلام کے اتحاد کو قوت بخشے، اسلام اس کی ترغیب دیتا ہے اور ہر وہ عیب جو اس کے اتحاد کو کمزور کرے، اس سے نفرت دلاتا ہے۔

یہ خصائل حمیدہ جب فرد ومعاشرے میں پروان چڑھتے ہیں تو مسلمانوں میں اجتماعیت اور اجتماعی زندگی کی سپرٹ بیدار ہوتی ہے، جب تعلقات استوار ہوتے ہیں تو ان کا کسی مشن وہدف کے لئے جمع ہونا اور کام کرنا آسان ہوتا ہے، یہ تعلیمات وہ غیر مرئی تار ہیں جو اہل ایمان کو ایک مرکز سے پوری طرح منسلک کردیتے ہیں، گویا اجتماعیت کے تصور کو اسلام نے گھول کر پلا دیا ہے، اسلام کے اس نسخۂ کیمیا نے جو اثر کیا وہ تاریخ کا روشن باب ہے، عرب گناہ اور باہمی انتشار کے بدترین دور سے گذر رہے تھے، ان کی زندگیوں کا مقصد عام دنوں میں جنگیں کرنا اور امن کے دنوں میں جنگ کی تیاریاں کرنی تھیں، اسلام سے پہلے اختلافات نے ان کو تباہی کے دہانے پر لاکر کھڑا کردیا تھا: ﴿وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا﴾ [آل عمران: ۱۰۳]

وہ خود اپنی چھیڑی ہوئی جنگوں سے چور چور ہو چکے تھے، ان کے تنازعات نے ان کو بہت کمزور کردیا تھا، وہ اب جنگی ہلاکتوں سے نجات چاہتے تھے، اپنی پیدا کی ہوئی بربادیوں سے گلوخلاصی کی تلاش میں تھے، مگر اب بگڑے ہوئے حالات کو معمول پر لانا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا، یہ اسلام کی تعلیمات کی برکت تھی کہ ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا تھا، نفرتوں کو محبت میں تبدیل کردیا تھا، فاصلوں کو قربتوں سے ہمکنار کیا تھا، آپ صرف ان

آیات کی ورق گردانی کریں جن میں اتحاد واتفاق کا درس دیا گیا ہے تو کئی صفحات سیاہ ہوجائیں گے اور مضمون کا حجم بڑھ جائے گا، ایک آیت کریمہ جو اجتماعیت کے اسلامی تصور کو بڑے اہتمام سے بیان کرتی ہے اور جس کا حوالہ اکثر ہمارے اور آپ کے نظروں سے گذرتا ہے، وہ ملاحظہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ [آل عمران: ۱۰۳] ''اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور اختلاف نہ کرو''۔

آیت کریمہ میں سب کو اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے کیلئے کہا ہے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مطابق اللہ کی رسی سے جماعت مراد ہے، یعنی جماعت کا حصہ بن کر زندگی گزارو جہاں رشتوں میں محبت اور خلوص کی خوشبو بسی ہو، ایک دوسرے کے ساتھ لطف وکرم کا معاملہ ہو، ہر چہار سو اعتماد کی خوشگوار فضا ہو، جماعت سے جڑ کر گویا ہم اللہ کی رسی کا سرا اپنے ہاتھ میں تھام لیتے ہیں، جب ہم جماعت سے الگ ہوگئے گویا ہم نے اللہ کی رسی کو چھوڑ دیا، مگر یہ بھی یاد رہے، اتحاد واتفاق یا اجتماعیت ویکجہتی وہی معتبر ہوگی جو عقیدہ ومنہج کی یکسانیت پر مبنی ہو، ان کا نصب العین ایک ہو، اس لئے توحید اور کتاب وسنت کے منہج پر جو یقین رکھتے ہیں اور اس کے لئے کوشاں ہیں وہ اس اجتماعیت کے لئے سازگار ہیں اور وہی جماعتی زندگی کے حقیقی نمائندہ ہیں، وہ تعداد میں کم کیوں نہ ہوں، وہ اسباب و وسائل میں کمزور کیوں نہ ہوں، وہ نام نہاد حوالوں سے محروم کیوں نہ ہوں، وہ ایک جماعت ہیں اور ان کا ایک ساتھ ہونا اور حق کیلئے جدوجہد کرنا حقیقی اجتماعیت سے عبارت ہے، یہی کردار اللہ کے کلام سے مستفاد ہے، اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ [توبہ: ۱۱۹] ''اے ایمان والو اللہ کا تقوی اختیار کرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہوجاؤ''۔

کسی سیاسی مقصد یا دنیوی اغراض کیلئے ایک بھیڑ جمع کرلینا اجتماعیت نہیں ہے، جو لوگ حق اور منہج کتاب وسنت سے بعد رکھتے ہیں، کتاب وسنت سے علیحدہ اپنی ترجیحات رکھتے ہیں یا جو لوگ ضلالت اور گمراہی کے راستے پر چل رہے ہیں، صحابہ کے طریقے سے الگ اپنی فکر وعمل کی دنیا بسائے ہوئے ہیں یا جنھوں نے شرک و بدعت کو اصل دین کا درجہ دے کر دوزخ کا راستہ امت پر چوپٹ کھول دیا ہے وہ کبھی جماعت نہیں ہوسکتے اگر چہ وہ تعداد میں سب سے زیادہ ہوں، بھیڑ اور گیدڑ رنگ کو جماعت نہیں کہتے ہیں وہ خواہ کتنی بڑی کیوں نہ ہو، توحید اور کتاب وسنت کے عقیدے سے منسلک افراد ایک لڑی میں میں شامل ہوتے ہیں، وہ ایک رشتے میں منسلک ہوتے ہیں، اپنی دنیوی اغراض و اشغال کے باوجود ان کا مشن ایک ہوتا ہے، ان کا ہدف بھی ایک ہوتا ہے اور ان کی ترجیح توحید کی نشر واشاعت ہوتی ہے، ان کی توانائی کتاب وسنت کی بالادستی کیلئے ہوتی ہے۔

اجتماعیت کا تصور کائنات کے طول وعرض میں بکھرا ہوا ملے گا، اجرام سماوی پر ایک طائرانہ نظر ڈال لیں، کس طرح تمام سیارے ایک نظام سے منسلک ہوکر اپنے اپنے مدار پر گردش کر رہے ہیں، یہ اس نظام سے الگ نہیں ہوتے ہیں، ایسا آپ نے کبھی نہیں سنا ہوگا کہ کوئی سیارہ سسٹم سے الگ ہوکر الگ رخ پر جارہا ہے، پھر یہ کہکشائیں بھی ایک اور نظام سے منسلک ہیں جو اپنے مقصد کیلئے مصروف عمل ہیں، دنیا میں ہر چیز اپنی انفرادی حیثیت کے باوصف کسی اجتماعیت کا حصہ بھی ہے، چاہے وہ اشجار ہوں یا کلیاں ہوں، نباتات ہوں، حیوانات، چرند، پرند ہوں یا بحر وبر کی مخلوق، وغیرہ، ہر کوئی اپنے طریقے پر اجتماعیت کا جزو ہے۔اس سے

معلوم ہوا کہ اجتماعیت اللہ کی حکمت تخلیق کا حصہ ہے۔

علامہ اقبال نے اجتماعیت کے اس غیر معمولی پیغام کو اپنے کلام میں پیش کیا ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے، فرماتے ہیں:

فرد قائم ربطِ ملّت سے ہے، تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

اس کی شرح کرتے ہوئے کسی نے لکھا ہے۔

''جو موج دریا میں ہوتی ہے وہی رواں دواں ہوتی ہے۔ دریا سے باہر اس کی روانی، گیرائی و گہرائی باقی نہیں رہتی۔ ایک قطرہ دریا میں ڈال دیجئے تو وہ قطرہ دریا بن جاتا ہے۔ ایک قطرہ دریا سے باہر نکالئے تو وہ کچھ بھی نہیں رہتا۔ اس کی روانی ختم ہوجاتی ہے۔ قطرہ دریا میں ہے تو زندگی ہے، دریا سے باہر ہے تو بے وقعت ہے بلکہ موت ہے۔ اسی طرح فرد جماعت کا جز ہوتا ہے تو تازہ دم رہتا ہے لیکن جب جماعت سے باہر ہوتا ہے تو مثل مردہ ہوجاتا ہے''۔

دنیا میں ہر شخص کسی نظام سے جڑ کر اپنے مقصد کی تکمیل کر رہا ہے، انسان ہمیشہ گروہوں، قبیلوں اور جماعتوں کی شکل میں رہنا پسند کرتا ہے، اجتماعیت انسانی فطرت کا تقاضا بھی ہے، علیحدگی انسان کو کمزور کر دیتی ہے، تنہا شخص پر دشمن جری ہوتا ہے، اس پر حملہ آور ہو کر اس کو برباد کر دیتا ہے مگر جس کے پیچھے کوئی جماعت ہو، کوئی تنظیم ہو، وہ کسی سسٹم کا حصہ ہو، اس پر دشمن بھی حملہ کرنے سے پہلے سوچتا ہے، گھبراتا ہے، اس کو اس گروہ کا ڈر ستاتا ہے جو اس فرد کے پیچھے کھڑا ہوتا ہے۔ اس لئے کتاب وسنت میں جماعتی زندگی اور اجتماعیت پر بہت زور دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّ هَٰذِهِۦٓ أُمَّتُكُمۡ أُمَّةٗ وَٰحِدَةٗ وَأَنَا۠ رَبُّكُمۡ فَٱعۡبُدُونِ﴾ [انبیاء: ۹۲]

''یہ تمہاری امت اصل میں ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں تم میری عبادت کرو''۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿وَإِنَّ هَٰذِهِۦٓ أُمَّتُكُمۡ أُمَّةٗ وَٰحِدَةٗ وَأَنَا۠ رَبُّكُمۡ فَٱتَّقُونِ﴾ [المؤمنون: ۵۲]

''یہ تمہاری امت اصل میں ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں اور تم میرا ہی تقویٰ اختیار کرو''۔

مفسرین کی تفسیر کے مطابق جب تک ہم بحیثیت امت اجتماعی زندگی نہیں اختیار کرتے، نہ ہم عبادت کا حق ادا کر سکتے ہیں اور نہ ہی تقویٰ کے تقاضے پورے کر سکتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اجتماعیت پر بھرپور روشنی ڈالتی ہے اور بڑے واضح انداز میں اس کے نفع ونقصان کو بیان کرتی ہے، ارشاد ہے: **"يد الله مع الجماعة"**. (ترمذی)

اللہ کی مدد جماعت کے ساتھ ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: **"عليكم بالجماعة و اياكم والفرقة"** ''جماعت کو لازم پکڑو اور افتراق سے بچو''۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

"إذا كان ثلاثةٌ في سَفَرٍ"، أي: ثلاثةٌ فأكثَرُ، "فليُؤمِّروا أحَدَهم". ''جب تین افراد سفر میں ہوں یا اس سے زیادہ تو چاہیے کہ ایک کو اپنا امیر بنالیں''۔

اسلام سفر کی عارضی حالت میں بھی یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ مسلمانوں کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا گروہ بھی غیر منظم اور منتشر رہے۔

بلاشبہ کتاب وسنت کی ترجیح اجتماعیت ہے، اجتماعیت اور جماعتی زندگی کی صحت مند صورت کیلئے اس سے جڑے افراد میں کردار کی عظمت مطلوب ہے، اتحاد اور دعوتی مشن و کاز کی تقویت کیلئے اجتماعیت کو انفرادیت پر ترجیح دینا پڑتا ہے، قربانی دینی

پڑتی ہے، تنازل اختیار کرنا پڑتا ہے، اس کردار کے افراد جب کسی اجتماعیت کا حصہ بنتے ہیں تو وہ جماعت ٹھوس بنیادوں پر کھڑی ہوتی ہے، وہ اپنے مشن کو لے کر آگے بڑھتی چلی جاتی ہے، اس سے کار دین کو فروغ ملتا ہے، دعوت کی شاہراہ پر قدم آگے بڑھتے ہیں، اس جماعت کو سازشیں نقصان نہیں پہونچا سکتی ہیں، اس کی عظمت کا سورج گہن آلود نہیں ہوسکتا ہے، اس کے برعکس جب لوگ نظام سے کٹ کر علیحدہ زندگی گذارتے ہیں، اپنی ترجیحات کو کل کائنات سمجھتے ہیں، انفرادیت پر یقین رکھتے ہیں، جماعتی ترجیحات و مصالح سے سرمو انحراف کرتے ہیں، وہ کتنے بھی عظمتوں کے مالک ہوں، کتنی بھی صلاحیتوں کے حامل ہوں، وہ قوم وملّت کیلئے کماحقہ مفید نہیں بن پاتے ہیں، جس طرح انسان کا ہاتھ اس کے وجود سے الگ ہوکر غیر مفید ہوجاتا ہے بعینہ وہ بھی قوم وملّت کیلئے کوئی قابلِ ذکر کارنامہ انجام نہیں دے سکتے، اسلام نے جماعتی زندگی کے جو فضائل بیان کئے ہیں، اس سے جڑ کر رہنے پر جو اصرار کیا ہے، اس کا اثر ہے کہ ہر زمانے میں لوگ جماعت کیلئے بے لوث اور مخلصانہ خدمات انجام دیتے رہے ہیں، جماعتی مفادات کیلئے اپنے مفادات کو قربان کرتے رہے ہیں، فی زمانہ جماعتی سوچ فنا نہیں ہوئی ہے بلکہ زندہ ہے اور جماعت کے کاز کو آگے بڑھا رہی ہے، جہاں جہاں جمعیتیں ہیں اور بساط بھر دینی سرگرمیاں انجام دے رہی ہیں وہاں چند اللہ کے بندے آگے بڑھ کر کار دین کو انجام دے رہے ہیں، جماعت کیلئے وقت نکالتے ہیں، جب کبھی انھیں آواز دی جائے تو لبیک کہتے ہیں، اپنی ذات سے جماعت کو فائدہ پہونچانے کی کوشش کرتے ہیں، جماعت کو تقویت پہونچانے کیلئے دامے درمے قدمے سخنے ہر طور سے کوشش کرتے ہیں، وہ مشورے بھی دیتے ہیں لیکن کبھی اس بات کا ملال نہیں رکھتے کہ ہمارا مشورہ نہیں مانا گیا، بتقاضائے بشریت اگر کبھی کوئی ملال ہوا تو جماعت سے قطع تعلق نہیں کرتے بلکہ جماعت کیلئے نیک خواہشات رکھتے ہیں اور اپنے حصے کی خدمت انجام دیتے ہیں، وہ عہدوں پر نہ ہوتے ہوئے بھی خلوص کے ساتھ کام کرتے ہیں، وہ کوئی تحسین وآفرین نہیں چاہتے، وہ کوئی صلہ وانعام نہیں مانگتے، وہ جانتے ہیں کہ یہ اپنی انا، غرور نفس، مصلحت اور اہنکار کو فنا کرنے کی جگہ ہے۔

جماعتی زندگی میں ہم ایک بالغ نظر سربراہ کے محتاج ہوتے ہیں، ان کے علم، تجربہ، قوت فیصلہ اور تدبر سے جماعت سیراب ہوتی ہے، وہ سب کو لے کر دعوت الی اللہ کی راہ پر گامزن ہوتا ہے، سربراہ پر جس قدر اعتماد پختہ ہوتا ہے اس کے مطابق تعلقات میں استحکام ہوتا ہے، دعوت کا سفر آسان اور نتیجہ خیز ہوتا ہے، مشکلات اور بحران سے گذرنا سہل ہوتا ہے، جماعت کے نزدیک دینی ودعوتی کام کو ترجیح حاصل ہوتی ہے، بالخصوص صحیح دین کا تحفظ اور دراندازیوں سے اس کو بچانا ہوتا ہے، الحمدللہ یہ کام جماعت اور اس کے دعاۃ احسن وخوبی انجام دے رہے ہیں، اس وقت منہج سلف کو دام ہمرنگ زمین میں الجھانے کی بھرپور کوشش ہورہی ہے، غیر تو غیر اپنے بھی وساوس کا شکار ہورہے ہیں، نہ صرف منہج بلکہ اہلحدیث اور سلفی نام پر بھی شبہات پھیلائے جارہے ہیں، مودودیت، اسراریت، مرزائیت اور اخوانیت کے جراثیم لٹریچر میں کلبلا رہے ہیں، لہذا منہج کے منبع صافی کو ان فکری آلائشوں سے بچانے کی بھرپور کوشش ہونی چاہیے، الحمدللہ اس وقت جماعتی اخوان میں بیداری آئی ہے اور منہج سلف میں گھس پیٹھ کی کوششوں کو ناکام بنانے کی کوشش ہورہی ہے، اللہ ہمارا حامی وناصر ہو آمین۔

مزدوری اور اجرت پر کام کرنے کا حکم

● شیخ عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی (مدیر مجلہ الجماعۃ، ممبئی)

سوال: مزدوری اور اجرت پر کام کرنے اور کام کروانے کا شرعی حکم کیا ہے کتاب وسنت کی روشنی میں واضح فرمائیں؟

جواب: اجرت، مزدوری اور کرایہ وغیرہ پر کام کرنے کا کام لینے اور مکان وغیرہ دینے کو شرعی اصطلاح میں اجارہ کہا جاتا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے: اجارہ لغت میں اجر سے ماخوذ ہے جس کے معنی عوض اور بدلہ، اسی لیے ثواب کو اجر کہا جاتا ہے کیونکہ یہ کسی نیک عمل کا بدلہ ہوتا ہے فقہ کی اصطلاح میں اجارہ کا مطلب ہے متعین مدت تک کے لیے متعین عوض اور بدلے میں کسی مباح اور متعین منفعت پر عقد و معاہدہ کرنا جسے ہماری زبان میں Lease یا Rent بھی کہا جاتا ہے چونکہ دنیا میں ضروریات وحاجات یکساں نہیں ہوتے اور نہ ہی ہر آدمی ہر کام کرنے کا اہل ہوتا ہے اس لیے لوگوں کو اپنے بعض کام کے لیے دوسروں کی ضرورت پیش آتی ہے اللہ تعالی نے اجرت اور مزدوری پر کام کرنے اور کام لینے کو لوگوں کی ضروریات کے پیش نظر باہمی منافع کے تبادل طور پر جائز قرار دیا ہے تاکہ لوگوں کے لیے آسانی پیدا ہو اور متعینہ عوض اور بدلے کے مقابل ہر ایک کی ضرورتیں بھی پوری ہوجائیں اور اس طرح حلال کا چلن زیادہ سے زیادہ عام ہو چنانچہ اسے طرفین کی جانب سے ایک عقد لازم کے طور پر جائز قرار دیا گیا ہے۔ مزدوری اجرت کرایہ لینے دینے کے سلسلے میں قران وحدیث میں بے شمار دلائل ہیں۔

1) فرمان باری تعالی ہے: ﴿قَالَ لَوۡ شِئۡتَ لَتَّخَذۡتَ عَلَيۡهِ أَجۡرٗا﴾ [الکھف:۷۷] ''کہ اگر تم چاہتے تو اس کام پر مزدوری لے لیتے''۔

2) حضرت موسی علیہ السلام سے حضرت شعیب علیہ السلام نے مزدوری اور اجرت پر کام کرنے کے عوض بیٹیوں میں سے ایک سے شادی کی خواہش ظاہر کی فرمان باری ہے:

﴿قَالَ إِنِّيٓ أُرِيدُ أَنۡ أُنكِحَكَ إِحۡدَى ٱبۡنَتَيَّ هَٰتَيۡنِ عَلَىٰٓ أَن تَأۡجُرَنِي ثَمَٰنِيَ حِجَجٖ﴾ [قصص:۲۷]

''حضرت شعیب نے کہا کہ میں اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کی تم سے اس شرط پر شادی کردوں گا کہ تم میرے پاس آٹھ سال مزدور رہو گے''۔

3) اور اس سے پہلی والی آیت میں ہے: ﴿إِنَّ خَيۡرَ مَنِ ٱسۡتَـٔۡجَرۡتَ ٱلۡقَوِيُّ ٱلۡأَمِينُ﴾ [قصص:۲۶] ''کہ جسے تم مزدور بناؤ بہتر ہے وہ طاقتور اور امانت دار ہو''۔

4) پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ آپ نے قبیلہ بنی دیل کے عبداللہ ابن اریقط نامی آدمی کو سفر ہجرت میں راستہ بتانے کے لیے اور رہنمائی کرنے کے لیے اجرت اور مزدوری پر رکھا تھا۔ (صحیح بخاری)

5) دوسری حدیث میں ہے:

''أعطوا الأجيرَ أجرَهُ قبلَ أن يجفَّ عرقُهُ''

''کہ مزدور کو اس کی مزدوری دے دو قبل اس کے کہ اس کا پسینہ سوکھے''۔ (صحیح ابن ماجہ 1995)

6) اورحضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث قدسی میں بیان فرمایا: ''ثَلاثَةٌ أنا خَصْمُهُمْ يَومَ القِيامَةِ: رَجُلٌ أعْطَى بي ثُمَّ غَدَرَ، ورَجُلٌ باعَ حُرًّا فأكَلَ ثَمَنَهُ، ورَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أجِيرًا فاسْتَوْفَى منه ولم يُعطِه أجرَه''.

''کہ تین آدمیوں کا میں قیامت کے دن مدمقابل ہوں گا وہ آدمی جس نے عہد و پیمان اور وعدہ کیا پھر مکر گیا وہ آدمی جس نے کسی آزاد کو بیچ دیا اور اس کی قیمت کھا گیا وہ آدمی جس نے مزدوری اور اجرت پر کسی کو رکھا اور مکمل کام لیا اور اس کی اجرت نہیں دیا''۔(صحیح البخاری:2227)

اجارہ کی قسمیں:

اجارہ کی شرعی طور پر دو قسمیں ہیں:

1) کسی ایسی معینہ شی پر ہو جو عینی ہو جیسے گھر، دکان، گاڑی وغیرہ اجرت اور کرائے پر دینا۔

2) کسی متعین عمل کے عوض ہو جیسے گھر بنانے، کھیتی کرنے یا کسی اور کام کے لیے کسی شخص کو مزدور رکھنا یا اجرت پر کام کروانا۔

اجارہ کی شرطیں:

فقہائے کرام نے کتاب وسنت کی روشنی میں اجارہ کے لیے متعدد شرطیں ذکر کی ہیں جو درج ذیل ہیں:

نمبرایک: ایسے لوگوں کی جانب سے ہو جن کا شرعا تصرف کرنا جائز ہو جیسے عاقل، بالغ یا بچہ جو سن تمیز کو پہنچ چکا ہو۔

نمبردو: دونوں فریق کی باہمی رضامندی حاصل ہو چنانچہ کسی کو اجرت دینے یا لینے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا اور اگر مجبور کیا گیا تو یہ عقد صحیح نہ ہوگا۔

نمبرتین: منفعت متعین اور معلوم ہوتا کہ کسی قسم کا نزاع نہ پیدا ہو جیسے اجرت پر دی گئی چیز متعین ہو کہ گھر ہے یا مکان یا سواری وغیرہ وغیرہ۔

نمبرچار: اجرت، مزدوری اور کرایہ متعین ہو۔

نمبرپانچ: منفعت یعنی اجرت میں دی گئی یا لی گئی چیز مباح اور جائز ہو چنانچہ کسی مکان کو شراب بیچنے یا حرام کام کے لیے اجرت پر دینا درست نہیں ہے یا اس طرح لونڈی کو زنا کاری کے لیے دینا اور عورت کو گانے اور نوحہ کرنے کے لیے مزدوری پر رکھنا وغیرہ۔

نمبرچھ: اجرت میں دی گئی عینی چیز قابل تسلیم ہو یعنی اسے حوالہ کیا جا سکے جیسے کسی بدکے ہوئے جانور یا غصب شدہ زمین کو کرائے پر دینا درست نہیں۔

(فقہ السنہ 3/185 مختصر الفقہ الاسلامی:773 منہاج المسلم:505)

* کسی شخص کا کھانے اور کپڑے کے عوض کام کرنا جائز ہے جیسے کہ موسی علیہ السلام اور شعیب علیہ السلام کے واقعہ سے معلوم پڑتا ہے۔

* کرایہ داری پر دی ہوئی چیز اگر تلف اور برباد ہو جائے تو عقد فسخ ہوگا مثلا مکان اگر گر جائے یا جانور مر جائے وغیرہ وغیرہ لیکن جتنی مدت تک استفادہ کیا ہے کرایہ دینا پڑے گا۔

* وقت کو کرائے پر دینا درست ہے۔

* مزدوری کو حسب اتفاق ایڈوانس دینا، ادھار رکھنا یا قسطوں میں دینا جائز ہے لیکن فریقین کی رضامندی شرط ہے۔

*ضرورت کے وقت غیر مسلم کو مزدوری پر رکھنا جائز ہے جیسے کہ اس کام کو کرنے والا کوئی مسلمان نہ ہو یا اچھی طرح نہ کر سکتا ہو۔

* اسی طرح کسی مسلمان کا کافر کے ہاں مزدوری کرنا بھی جائز ہے۔(شرح بخاری داؤد راز:3/406-407 مختصر الفقہ الاسلامی:737)

جمعیت کی دعوتی وتعلیمی سرگرمیاں

ادارہ

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ کا دعوتی شعبہ نہایت ہی اہم اور نمایاں ہے جس کے تحت ہفتہ واری و پندرہ روزہ اور ماہانہ دروس و اجتماعات ممبئ و بیرون ممبئ کے مختلف مساجد میں منعقد ہوتے ہیں جو الحمد للہ بحسن وخوبی جاری وساری ہیں اور لوگ اس سے مستفید بھی ہو رہے ہیں۔ گزشتہ مہینوں کی دعوتی وتعلیمی سرگرمیاں درج ذیل ہیں:

20/اگست 2024 مسجد اہل حدیث اقصی چیتا کیمپ ٹرامبے میں فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی/حفظہ اللہ کا خصوصی خطاب ہوا جس میں شیخ محترم نے ''دورجدید کے فتنوں سے انتباہ'' کے موضوع پر بڑے ہی مخلصانہ انداز میں نوجوانوں کو جدید فتنوں سے آگاہ رہنے اور قرآن وسنت پر قائم ودائم رہ کر زندگی گزارنے کی تلقین کی۔

28/اگست 2024 کو فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی/حفظہ اللہ کا مسجد اہل حدیث دارالسلام کوسہ ممبرا میں ایک اہم درس کا اہتمام کیا گیا جس میں شیخ محترم نے ''آؤ ایمان تازہ کریں'' جیسے اہم موضوع پر خطاب کیا اور لوگوں کو ایمان کا معنی ومفہوم نیز ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کے برتنے پر زور دیا جس میں مسجد کے مصلیان اور علاقے کے احباب جماعت نے بھی شرکت کی اور بڑے ہی انہماک سے سماعت فرمایا۔

29/اگست بروز جمعرات کلیہ احسن البنات السّلفیہ دھاراوی میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ کے داعی و باحث فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ کا خواتین کے لیے خصوصی درس کا اہتمام کیا گیا جس میں شیخ محترم نے ''دین سے دوری کے اسباب'' جیسے اہم موضوع پر خطاب کیا جسے وہاں کی طالبات، معلمات اور قرب وجوار سے دین کی شغف رکھنے والی خواتین نے بڑے ہی جوش وخروش کے ساتھ حصہ لیا اور شیخ محترم کے خطاب سے محظوظ ہوئیں۔ واضح ہو یہ پروگرام مہینے کے ہر آخری جمعرات کو منعقد ہوتا ہے جس سے علاقے کی خواتین بھرپور فائدہ اٹھا رہی ہیں۔

1/ستمبر 2024 ماہم پارکرواڑی کے مسجد اہل حدیث میں شیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ کا ''تقدیر پر ایمان'' جیسے اہم موضوع پر خطاب ہوا جس میں علاقے کے افراد نے شرکت کی اور مستفید ہوئے۔

15/ستمبر 2024 کلیہ ام سلمہ الاثریہ للبنات و مدرسہ تعلیم القران اشوک نگر کرلا میں بعد نماز مغرب فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ نے وہاں کے اجلاس میں شرکت فرمائی اور ''عہد صحابہ کے خوارج اور ان کی منہجی غلطیاں'' جیسے اہم موضوع پر خطاب فرمایا۔

21/ستمبر 2024 بروز سنیچر بعد نماز مغرب مسجد اہل حدیث جامعۃ الرشاد غفور خان کرلا ممبئ میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ کے داعی و باحث فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ مدنی/حفظہ اللہ کا خصوصی خطاب ہوا جس میں شیخ محترم نے ''بدعت کا پوسٹ مارٹم''

جیسے اہم عنوان کے تحت بدعت کا معنی اوراس کا مفہوم نیز لوگوں کی طرف سے بدعات کے تعلق سے غلط فہمیوں کا ازالہ کیا نیز بعض بدعات کوقرآن وسنت کی روشنی میں واضح کیا۔

22 / ستمبر 2024 بروز اتوار مسجد دار السلام رتنا گیری میں شیخ عنایت اللہ مدنی / حفظہ اللہ کا خصوصی درس ہوا جس میں علاقے کے افراد نے شرکت فرمائی۔

26 / ستمبر بروز جمعرات بعد نماز عصر کلیہ احسن البنات السّلفیہ میں شیخ عنایت اللہ مدنی / حفظہ اللہ کے خصوصی درس کا اہتمام کیا گیا جس میں شیخ محترم نے ''دور حاضر کے خوارج'' جیسے حساس موضوع پر خطاب کیا جسے کلیہ کی جملہ طالبات، اساتذہ، اسٹاف اور علاقے کی خواتین نے بغور سماعت کیا اور خوارج جیسے اسلام دشمن لوگوں کے صفات سے باخبر ہوئیں۔

28 / ستمبر 2024 بروز سنیچر شیخ عنایت اللہ مدنی حفظہ اللہ کا مسجد اہل حدیث بلال نیا رنگ جمونی بہار میں ''منہج سلف اور راہ نجات'' کے موضوع پر اہم خطاب ہوا اسی طرح 29 / ستمبر بروز اتوار سقہ ٹولی جامع مسجد عالم گنج پٹنہ میں شیخ محترم کا ''اصول دین میں صحابہ کا مقام ومرتبہ'' جیسے اہم موضوع پر خصوصی خطاب ہوا جس میں شیخ محترم نے صحابہ کے مقام ومرتبہ کے ساتھ ساتھ اصول دین میں ان کا کیا مقام ومرتبہ ہے اسے بھی بڑے ہی اچھے انداز میں واضح کیا۔

2 / اکتوبر بروز بدھ اسلامک فاؤنڈیشن کوپر کھیرنے نوی ممبئ میں شیخ عنایت اللہ مدنی / حفظہ اللہ کا نماز ورکشاپ ہوا اس میں وہاں کے نوجوانوں کے ساتھ بزرگوں نے بھی شرکت کی اور نماز کی بہترین ٹریننگ حاصل کی۔

5 / اکتوبر 2024 مسلم پرسنل لاء بورڈ کے زیر اہتمام منعقدہ ''تحفظ اوقاف کانفرنس''، ممبئ میں امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی / حفظہ اللہ نے شرکت کی اور خطاب کیا۔

6 / اکتوبر 2024 جمعیت اہل حدیث آکولہ مہاراشٹرا کے ایک اہم پروگرام میں شیخ عنایت اللہ مدنی / حفظہ اللہ نے شرکت کی اور اہم خطاب قرآن وسنت کی روشنی میں پیش کیا نیز 13 اکتوبر روہارائے گڑھ میں بھی ایک اہم پروگرام میں شریک ہوکر وہاں کے حاضرین کوقرآن وسنت کی روشنی میں نصیحت کی۔

8 / اکتوبر بروز منگل بعد نماز مغرب مسجد اہل حدیث عمر فاروق کالینہ چونا بھٹی، کرلا، ممبئ میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ کے داعی فضیلۃ الشیخ فیض الرحمن رحمانی / حفظہ اللہ کا خصوصی درس ہوا جس میں شیخ محترم نے حدیث ''تین لوگوں کی دعائیں رب ضرور قبول فرماتا ہے'' پر روشنی ڈالی اوراس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ تین لوگ کون ہیں والدین کی دعا، مسافر کی دعا، مظلوم کی دعا اللہ رب العالمین ان کی دعاؤں کوضرور بالضرور قبول فرماتا ہے جس میں کوئی شک نہیں اس حدیث کی تشریح اور توضیح قرآنی آیات اور دیگر احادیث رسول کی روشنی میں اچھے انداز میں کیا جس سے احباب جماعت نے بغور سنا اوراستفادہ کیا۔

13 / اکتوبر بروز اتوار آئی آئی سی ممبئ کی جانب سے جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ بائیکلہ ممبئ میں ''اسلام کا نظام تجارت'' کے نام سے ایک بہت ہی اہم کانفرنس کا انعقاد ہوا کانفرنس کی تیسری اور آخری نشست کے صدر شیخ عبدالسلام سلفی / حفظہ اللہ (امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث ممبئ) نے اپنے صدارتی خطاب میں ''تجارت'' جیسے اہم عنوان پر کانفرنس کے انعقاد پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے دینی مجالس کی اہمیت پر روشنی ڈالی

کہ دینی مجالس کی بڑی اہمیت ہے یہ مجالس ذکر کہلاتے ہیں۔

نیز آپ نے مزید فرمایا کہ چونکہ اس مجلس میں حلال وحرام کی باتیں ذکر کی گئیں، تجارت کے رہنما اصول بیان کئے گئے لہٰذا یہ بھی مجلس ذکر ہے! حلال وحرام کے تعلق سے اسلامی تعلیمات سے روشناس ہونے کے لئے ایسی مجلسوں میں شرکت کرنا ایسے ہی ہے جیسے کی عقیدے کی مجلسوں میں شرکت کرنا ہے!

تجارت ایک مستحسن عمل ہے، نبی ﷺ کی سنت ہے یہی وجہ ہے کہ سچائی کے ساتھ تجارت کرنے والے کو انبیاء کرام، صدیقین وشہداء کی رفاقت ملنے کی بشارت سنائی گئی ہے!

علمائے کرام کے نزدیک معاملات کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے! اصول تجارت کی انہی اہمیتوں کے پیش نظر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے تعلق سے اثر ہے کہ آپ نے اپنے عہد خلافت میں باقاعدہ فرمان جاری کیا تھا کہ ہماری بازاروں میں جو لوگ خرید وفروخت کے مسائل نہیں جانتے ہیں، ان کی آمد پر پابندی ہے اور بعض اثر میں یہ بات بھی مذکور ہے کہ آپ باقاعدہ ایسے لوگوں کو کوڑے بھی لگاتے تھے!

دنیاوی تجارت میں بھی ہمیں اسی طرح اسلامی اصول وضوابط اور دلائل کو اپنانے کی ضرورت ہے جس طرح ہم عبادات کے مسائل میں دلائل پر عمل پیرا ہوتے ہیں!

ساتھ ہی ہمیں اصل تجارت کو بھی کبھی نہیں بھولنی چاہئے اور وہ ہے اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان اور اپنے جان ومال کے ذریعے اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور جس کا بدلہ اللہ دنیا وآخرت کی سعادتوں کی شکل میں عطا فرماتا ہے اور ایسی جنت نصیب فرماتا ہے کہ جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی!

اخیر میں امیر محترم نے اس کانفرنس کے بہتر انعقاد، انتظام وانصرام کے لئے اسلامک انفارمیشن سینٹر اور جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ بائیکلہ کے جملہ اراکین ومتعلقین کو مبارکباد پیش کی۔

20 / اکتوبر 2024 بروز اتوار شیخ عنایت اللہ مدنی / حفظہ اللہ کا ''قناعت اور اس کے فوائد'' پر بہت ہی اہم خطاب ہوا جس میں علاقے کے احباب جماعت نے شرکت کی اور استفادہ کیا۔

الحمدللہ 20 / ستمبر 2024 بروز جمعہ بعد نماز مغرب سے مسجد اہل حدیث بحر الحکمہ باندرہ ویسٹ میں ایک اہم کتاب ''علماء کے حقوق'' کا ہفتہ واری ایک نئے درس کا آغاز ہوا جو الحمدللہ ہر جمعہ بعد نماز مغرب شیخ عنایت اللہ مدنی / حفظہ اللہ کی زیر تدریس انجام پا رہا ہے اور علاقے کے نوجوان مسجد کے مصلیان اور خواتین بڑے ہی دلچسپی سے اس میں شرکت کر رہی ہیں۔

۱۷ / رواں ماہانہ دعوتی اجتماع بعنوان: ''نوجوانوں کا منہجی انحراف: اسباب اور علاج'' کی رپورٹ:

مرکز الدعوۃ الاسلامیہ، کھیڈ کے زیر اہتمام بتاریخ: ۱۳ / اکتوبر ۲۰۲۴ء بروز اتوار، بعد نماز عصر تا مغرب ایک اہم موضوع ''نوجوانوں کا منہجی انحراف: اسباب اور علاج'' کے تحت ۱۷ / رواں ماہانہ اجتماع منعقد ہوا، جس میں بطور محاضر فضیلۃ الشیخ عبدالمعید مدنی / حفظہ اللہ (مہسلہ) نے شرکت فرمائی، اور اپنے مخصوص انداز میں نہایت جامع اور پُر مغز خطاب فرمایا، جس میں شیخ نے امت مسلمہ کے نوجوانوں میں پائے جانے والے فکری انحرافات کی نشاندہی کی اور ان کے علاج اور حل کے لیے قرآن وسنت اور سلف صالحین کی تعلیمات کی روشنی میں عملی تجاویز پیش کیں۔ جس کا خلاصہ نکات کی شکل میں درج ذیل ہے:

ابتدائیہ: نوجوانوں کی اہمیت اور ان کی ذمہ داریاں:

شیخ عبدالمعید مدنی نے گفتگو کا آغاز نوجوانوں کی اسلام میں

حیثیت اوران کے کردار کی وضاحت سے کیا۔آپ نے فرمایا کہ ''نوجوان کسی بھی قوم کا مستقبل ہوتے ہیں اورامت مسلمہ کی ترقی یا انحطاط کا دارومدار نوجوانوں کے دینی کردار اور فکر پر ہے۔ نوجوان امت کی ریڑھ کی ہڈی ہیں، اور جب نوجوان دین دار، متقی اور پرہیزگار ہوتے ہیں، تو امت مضبوط ہوتی ہے۔لیکن جب یہ نوجوان گمراہ ہوجاتے ہیں، تو فتنہ وفساد اور بہت سارے مسائل کا دروازہ کھل جاتا ہے''۔

شیخ نے نبی کریم ﷺ کی اس حدیث کا حوالہ دیا کہ: ''سات لوگ ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا، ان میں ایک وہ نوجوان ہے جو اپنے رب کی عبادت میں جوان ہوا''۔

اس حدیث کے ذریعے شیخ نے نوجوانوں کو دین کی اہمیت اور اللہ کی عبادت میں استقامت کی ترغیب دی اور کہا کہ نوجوانوں کی اصلاح دراصل پوری امت کی اصلاح کا ذریعہ ہے۔

منہج کا مفہوم اوراس کی وضاحت:

شیخ نے ''منہج'' کی اصطلاح کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ منہج وہ راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے منتخب کیا ہے، تاکہ وہ اس پر چل کر دنیا وآخرت میں کامیاب ہوسکیں۔

آپ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے امت کو دو ایسی بنیادی رہنمائیاں عطا کی ہیں جنہیں تھامے رکھنا گمراہی سے بچنے کا واحد ذریعہ ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں: قرآن اور میری سنت، جب تک تم انہیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے، تم گمراہ نہیں ہوسکتے''۔

شیخ نے وضاحت کی کہ منہج دراصل قرآن وسنت پر قائم وہ اصولی راستہ ہے جس کی بنیاد نبی ﷺ اور صحابہ کرام کے طرزِ عمل پر ہے، اور یہ کہ وقت گزرنے کے ساتھ اختلافات اور فکری انحرافات پیدا ہوں گے، جیسا کہ نبی ﷺ نے پیشین گوئی کی تھی کہ یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، اوران میں سے صرف ایک فرقہ نجات پائے گا جو نبی ﷺ اور صحابہ کے طریقے پر چلے گا۔

نوجوانوں کے منہجی انحراف کے اسباب:

شیخ نے تفصیل سے نوجوانوں میں منہجی انحراف کے اسباب پر گفتگو کی اور بعض ان وجوہات کو اجاگر کیا جن کی بنا پر آج کے نوجوان حق سے دور ہورہے ہیں:

جہالت اور علم دین کا فقدان:

شیخ نے کہا: ''علم دین کا فقدان نوجوانوں کے انحراف کا سب سے بڑا سبب ہے، کیونکہ جب انسان دین کے علم سے بے بہرہ ہوتا ہے، تو وہ صحیح وغلط کی تمیز کھو دیتا ہے اور فتنوں کا شکار ہوجاتا ہے''۔

شیخ نے اس بات پر زور دیا کہ قرآن کی پہلی وحی بھی: ''اقرأ''، یعنی پڑھنے کی تلقین سے شروع ہوئی ہے۔

غیر معتبر ذرائع سے علم کا حصول:

شیخ نے نوجوانوں کو خبردار کیا کہ وہ بدعتی اور گمراہ افراد سے علم حاصل کرنے سے بچیں۔انہوں نے کہا کہ: ''بدعتی افراد سے علم لینا نوجوانوں کو فکری گمراہی کی طرف لے جاتا ہے، سلف صالحین ہمیشہ اہل بدعت سے دور رہنے کی تلقین کرتے تھے تاکہ ان کے غلط نظریات کا شکار نہ ہوں''۔

والدین کی تربیت میں کمی:

شیخ نے والدین کے کردار کو اجاگر کرتے ہوئے کہا کہ والدین کی جانب سے دینی تربیت میں کوتاہی نوجوانوں کے بگاڑ کا سبب بنتی ہے۔انہوں نے تاکید کی کہ والدین اپنے بچوں کو منہج

سلف کی تعلیم دیں، تاکہ وہ صحیح دینی راستے پر گامزن رہیں۔

دینی غیرت کا فقدان:

شیخ نے کہا کہ ''اسی طرح جب دین کے لیے غیرت اور محبت ختم ہو جائے تو انسان انحراف کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا دینی غیرت کا تقاضا ہے کہ جہاں دین اور سنت پر حملہ ہو، وہاں ایک مومن دین کے دفاع کو اپنا فریضہ سمجھے اور اس کے خلاف غیرت کا مظاہرہ کرے''۔

صرف مسلمان کہنے کا فتنہ:

شیخ عبدالمعید مدنی نے اپنے خطاب میں وضاحت کی کہ آج کل بعض لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ خود کو صرف ''مسلمان'' کہنا ہی کافی ہے اور کسی اضافی شناخت کو اپنانے کی ضرورت نہیں۔ مولانا نے اس فکر کو فکری انحراف کا سبب قرار دیا اور کہا کہ یہ رویہ دین کی اصل روح اور صحیح منہج سے دور کرنے کا باعث ہے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، اور ہر گروہ اپنے آپ کو مسلمان کہے گا، ہر فرقہ جہنم میں جائے گا، لیکن نجات صرف اس گروہ کو ملے گی جو نبی ﷺ اور صحابہ کے منہج پر چلے گا۔

شیخ نے وضاحت کی کہ نبی ﷺ نے اس حدیث کے ذریعے فرقہ بندی کی پیش گوئی کی تھی اور اس بات پر زور دیا کہ صرف صحیح منہج کو اپنانا ہی نجات کا راستہ ہے۔ اس لیے ''صرف مسلمان'' کہہ کر اپنی شناخت کو مبہم رکھنا اور گمراہ فرقوں سے خود کو ممتاز نہ کرنا، ایک خطرناک روش ہے۔

شیخ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ امت کے مختلف فرقے، جیسے شیعہ، خوارج، معتزلہ، جہمیہ وغیرہ گمراہ فرقے خود کو مسلمان ہی کہتے ہیں، لیکن ان کا منہج قرآن وسنت اور سلف صالحین کے طریقے سے مطابقت نہیں رکھتا۔ ایسی صورت میں خود کو اہل حدیث کے نام سے ممتاز کرنا وقت کی ضرورت ہے۔

شریعت کی پابندی میں کوتاہی:

شیخ نے وضاحت کی کہ واجبات کی پابندی نہ کرنا اور شریعت کی پیروی میں سستی کرنا ایمان کو کمزور کرتا ہے اور انحراف کا دروازہ کھولتا ہے۔

علماء کی ناقدری:

شیخ نے اس بات پر بھی زور دیا کہ ''علماء دین کے وارث ہیں، اور ان کا قدر واحترام نہ کرنا ایک سنگین فتنہ ہے۔ علماء کے بغیر دین کی صحیح تفہیم ممکن نہیں۔ جب نوجوان علماء کی قدر چھوڑ کر اپنی عقل و دانش پر بھروسہ کرنے لگیں اور خود فکری اجتہاد کرنے لگتے ہیں، تو وہ فتنوں اور گمراہیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

مولانا نے کہا کہ جب تک براہ راست علماء سے علم حاصل نہیں کریں گے، تب تک آپ کو صحیح رہنمائی نہیں حاصل ہو سکے گی، امام ذہبی نے کہا کہ جو صرف کتابوں سے علم حاصل کرے گا وہ گمراہ ہو جائے گا''۔ بھلے آپ سلفی علماء کی ہی کتابوں سے علم حاصل کر رہے ہوں۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے کتاب ہدایت قرآن کو پیش کرنے کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام کا معلم بن کر ان کو دین کی تعلیم دی، ان کی براہ راست تربیت فرمائی اور یہی طریقہ آج تک علماء کے ذریعے جاری ہے۔

غیر علماء اور ان کے فتنے:

شیخ محترم نے خاص طور پر ان گمراہ گر افراد کا ذکر کیا جو خود کو عالم ظاہر کرتے ہیں لیکن دراصل وہ بدعتیوں کے پیروکار ہیں۔ انہوں نے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آج کل بہت سے نوجوان ایسے لوگوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں جو دین کا صحیح فہم نہیں

رکھتے اور بدعات کوفروغ دیتے ہیں۔

شیخ نے سلف صالحین کے واقعات بیان کیے کہ کیسے وہ نا اہلوں، بدعتیوں اور گمراہ لوگوں سے مکمل اجتناب کرتے تھے تاکہ ان کے نظریات کا اثر نہ ہو۔

شیخ نے ان نوجوانوں کے رویے کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا جو ہر کسی کی بات سنتے ہیں اور پھر خود فیصلہ کرتے ہیں کہ کیا صحیح ہے، اور کیا صحیح نہیں ہے۔ انہوں نے اس رویہ کو ایک بڑا فتنہ قرار دیا اور بتایا کہ سلف صالحین نے اہل بدعت سے علم لینے سے سختی سے منع کیا ہے۔

انحراف کا علاج اور حل:

شیخ محترم نے نوجوانوں کے منہجی انحراف کا علاج درج ذیل نکات میں بیان کیا:

علم دین کا حصول:

سب سے پہلا اور اہم علاج علم دین کا صحیح ذرائع سے حصول ہے، کیونکہ علم دین حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

علماء حق سے وابستگی اور ان کی صحبت سے فیضیاب ہونا:

اسی طرح شیخ نے تاکید کی کہ نوجوانوں کو اہل بدعت سے دور رہنا چاہئے، اور قرآن وسنت کا علم علماء حق، علماء اہل حدیث سے ہی حاصل کرنا چاہیے تاکہ وہ گمراہی اور فتنوں سے بچ سکیں۔ نیز علماء حق کے ساتھ اپنا تعلق مسلسل قائم رکھیں، کیونکہ وہی صحیح منہج پر قائم رہنے میں بہتر رہنمائی کر سکتے ہیں۔

اور شیخ نے سلف صالحین کے واقعات بیان کرتے ہوئے بتایا کہ کس طرح ہمارے اسلاف اہل بدعت سے دور رہتے تھے تاکہ ان کی صحبت سے متاثر نہ ہوں۔

دین کی غیرت اور سنت سے محبت:

شیخ نے سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاسداری اور اس کے ساتھ غیرت پیدا کرنے کی اہمیت پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ ''نوجوانوں کو اپنے اندر دین کے تئیں غیرت اور محبت پیدا کرنی چاہیے تاکہ وہ فتنوں کا مقابلہ کر سکیں اور اپنے دین کی حفاظت کر سکیں، اور جہاں بھی دین یا سنت پر حملہ ہو، تو ایک مومن ہونے کے ناطے دین کا دفاع کریں''۔

والدین اور سرپرستوں کی ذمہ داری:

شیخ نے کہا کہ: والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کی اسلامی اصولوں کے مطابق تربیت پر خاص توجہ دیں اور انہیں منہج سلف کی پیروی کی تلقین کریں، اور ان کے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو راسخ کریں۔ اگر بچوں کی تربیت صحیح طور پر ہوگی تو وہ فکری گمراہیوں سے محفوظ رہ سکیں گے۔

اختتامی کلمات:

شیخ عبدالمعید مدنی رحفظہ اللہ نے اپنے محاضرہ کا اختتام نوجوانوں کو اصلاح اور استقامت کی دعوت دیتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ: ''یہ فتنوں کا دور ہے، اور اس میں دین پر قائم رہنا آسان نہیں، لیکن صحیح علم کے حصول، معتبر علماء سے رابطے قائم کر کے، نیز بدعتیوں سے دور رہ کر، اور دینی غیرت اور صحیح منہج پر عمل پیرا ہو کر ان فتنوں سے بچا جا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ہر فتنے سے محفوظ رکھے، علم نافع عطا فرمائے، اور ہمیں منہج سلف پر استقامت کے ساتھ قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے''۔

شیخ کا یہ خطاب فکری رہنمائی اور اصلاحی گفتگو پر مشتمل امت کے نواجوانوں کے نام ایک اہم پیغام تھا، جس میں نوجوانوں کو قرآن وسنت کی روشنی میں منہجی انحراف سے بچاؤ اختیار کر کے اپنی زندگی کو بہتر اور موثر بنانے کی دعوت دی گئی۔

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
November-December 2024

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070
9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai
subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumb
www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com